۷۸۶
۹۲

# اولیائے دکن اور قرآن

مع

# سلاطینِ دکن اور قرآن


مؤلفہ

ابو محمد مصلحؔ۔ عالمگیر تحریک قرآن



حیدرآباد دکن

۷۸۶
۹۲

# دیباچہ

"اولیائے دکن اور قرآن" کو اسی وقت لکھا جانا چاہیئے تھا جبکہ حیدرآباد دکن
عالمگیر تحریک قرآن مجید کے لیے مرکز قرار پایا تھا۔ کیونکہ دراصل سچائی کے پھیلانے
والے صرف سچے ہی ہو سکتے ہیں اور انہیں کے طریقہ کار کو اسوہ قرار دیا جا سکتا ہے
ہر زمانہ تاریک میں انہیں پاک نفوس کے قلب منور کی روشنی ہدایت کا باعث بنا کی
ہے اور دکن کو تو ان مقدس ہستیوں سے ایک خاص لگاؤ اور تعلق ہے۔

بیسویں صدی عیسوی میں جس طرح ہر عیب صواب بن گیا ہے خلق اللہ کی خدمت اور
مذہب کی اشاعت بھی ذریعہ نام و نمود، ذریعہ معاش، ذریعہ حصول جاہ وغیرہ بنی ہوئی
ہے کوئی اپنی امارت سے کوئی اپنی حکومت سے کوئی اپنی تحریر سے اور کوئی اپنی تقریر سے
قوم کا رہنما بنا ہوا ہے اور عوام ان کو اپنا خیر خواہ اسلام کا ہمدرد وغیرہ سمجھے ہوئے ہیں
حالانکہ ان کا حال خود گم کردہ راہوں کا سا ہے بس رہبری معلوم اور یہی سبب ہے کہ اعرابی
کعبہ کو نہیں بلکہ ترکستان کو پہنچ رہا ہے جس کے لئے مثال کی ضرورت نہیں عیاں راچہ بیاں
عالمگیر تحریک قرآن مجید کا کام تقریباً بارہ سال سے جاری ہے اس درمیان میں
کئی مرتبہ نخل امید بارآور ہوتے ہوتے ان کے ہاتھوں قطع ہوا جو یہ سمجھ کر شریک
کیئے گئے تھے یا شریک ہوئے تھے کہ قوم کے ہمدرد اور سمجھدار لوگ یہی ہیں اور انہیں کے
ہاتھوں یہ بیل منڈھے چڑھیگی مگر ہمیشہ بجائے لینے کے دینے پڑے اور فائدے

کی جگہ نقصان اٹھانا پڑا۔

یہ کہہ دینے کی بھی ضرورت ہے کہ نقصان تو بہت کچھ ہوا لیکن فائدہ یہ ہوا کہ تجربہ ہوا سراب کو پانی سمجھنے کی عادت جاتی رہی اور یہ سمجھ میں آگیا کہ دراصل عوام کھوئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خواص ان سے زیادہ کھوئے ہوئے ہیں بلکہ عوام کی خرابی میں بھی بہت کچھ خواص ہی کا ہاتھ ہے۔ اللہ بزرگ و برتر نے تو صحیح کام پہلے ہی سمجھا دیا تھا لیکن اب کام کرنے کا صحیح طریقہ بھی معلوم ہو گیا اور یہ وہی ہے جسکو سچوں نے اختیار کیا پھر کامیاب ہوئے اور دوسروں کی کامیابی کیلئے یادگار چھوڑ گئے

اس بیسویں صدی عیسوی میں حق کی جگہ باطل نے لے لی ہے یہی نہیں باطل حق کا نام لیکر اور حق کی چادر اوڑھ کر اس طرح چھا گیا ہے کہ شناخت مشکل ہو گئی ہے۔ پھر صحیح معنوں میں حق کے دینے والے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں اسلیے خدا جسکو توفیق دے وہ قرآن کو لیکر سب سے الگ ہو جائے اور اسی کی روشنی میں اسی کے بتائے ہوئے طریقہ پر اپنی زندگی کو کامیاب زندگی بنائے۔

"قرآن" خدائے عزوجل کی کتاب ہے اس لیئے اس نے اس گنہگار خادم قرآن کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اس گم ہوجانے والے زمانہ میں سلامتی بخشی ہر ہدایت پانے کی خواہش رکھنے والے اور ہر اس شخص سے جو قرآن کی خدمت کرنا چاہے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ سطور بالا کا اچھی طرح مطالعہ کرے کیوں کہ یہ اس شخص کا تجربہ ہے جو بارہ برس تک ایک ہی خیال کے تحت کام کرچکا ہے اور جسکی کوشش رہی ہے کہ ملکر کام کرے اور اس زندگی ہی میں ساری دنیا کو قرآنی دنیا بنا کر چھوڑے مگر جو کچھ ہوا وہ ناگفتہ بہ ہوا۔

اولیاے دکن اور قرآنؐ کے ساتھ ہی اس کا دوسرا حصہ سلاطینِ دکن اور قرآن بھی ہے۔ اس لئے یہ مختصر سی کتاب ہر طبقہ کے مطالعہ کے قابل ہے۔
جیسا کہ اس سلسلے کی دوسری تصنیفات میں بار بار اعادہ کیا جا چکا ہے یہاں پر یاد دلا دینے کی ضرورت ہے کہ یہ کتاب کوئی مستقل تالیف و تصنیف نہیں اس لئے ما لہٗ و ما علیہ پر نگاہ نہ کی جائے اور اس نگاہ سے اس کا مطالعہ نہ کیا جائے بلکہ مقصود تو اتنا ہی ہے کہ کچھ بھی ہو اور کسی طرح بھی ہو، لوگوں کو قرآن کی طرف متوجہ کیا جائے اور بار بار اسی کی اس طرح تکرار کی جائے کہ قرآن یاد آجائے اور جب یہ ہو جائیگا تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ پھر سب کچھ ہو جائیگا و باللہ التوفیق۔

۲۸ ذیقعدہ
سنہ ۱۳۵۴ھ

ابو محمد مصلح
عالمگیر تحریکِ قرآن مجید

# فہرست مضامین

## سلاطین دکن

# اولیائے دکن اور قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حضرت شیخ ابو جیو تمیمی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

نشو و نما کے بعد آپ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا، قرآن مجید عربی لہجہ میں بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرأت فرماتے تھے، جس سے سننے والوں کو ایک خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ بلکہ سامعین پر وجد کی حالت طاری ہوتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ اور چند مشائخ خانقاہ میں مجتمع تھے اور حضرت شاہ جلال آیۂ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد۔ کی تفسیر نہایت خوبی کے ساتھ بیان فرما رہے تھے جس سے حاضرین پر رقت طاری تھی اور ہر ایک کے دل پر جلال کبریائی کی روشنی پڑ رہی تھی۔ شیخ ابو جیو بھی حاضر تھے آپ کے دل پر حضرت شیخ کی تقریر یہ موثر ہوئی کہ آپ اس وقت ہمہ تن فنا فی اللہ کی حالت میں بیخود و بیہوش ہو گئے

اور دنیوی تعلقات سے منقطع و تارک ہو کر گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت الہٰی میں مشغول ہوئے اور پھر کمالات کو پہونچے۔ گویا یہی ایک مختصر سی آیت ان کے لیے سب کچھ ثابت ہوئی (وفات ۲۳ محرم ۹۹۲ھ جائے دفن برہانپور)

## حضرت سید احمد بخاری مرتضیٰ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے آٹھویں سال قرآن شریف ختم کیا آپ قرآن شریف بڑی خوش الحانی سے تلاوت فرماتے تھے جس سے سامعین کو لطف آتا تھا۔ غالباً یہ قرآن ہی کی دولت سے مالامال ہونے کا نتیجہ تھا کہ فیروز شاہ بہمنی نے چودہ گاؤں جاگیر التمغا نسلاً بعد نسل مقرر کرنا چاہا مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ (وفات ۵ ربیع الثانی ۸۱۲ھ جائے دفن مرچ)

## حضرت قاضی سید اسمٰعیل اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو حضرت شاہ عالم سے بیعت تھی ایک دن حضرت شیخ نے اپنی مجلس میں آیۂ کریمہ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کی تفسیر شرح وبسط کے ساتھ بیان کی۔ قاضی صاحب نے حضرت سے سوال کیا کہ آیا شراب طہور کا خارج میں وجود ہے یا اس سے خدا کی محبت مراد ہے اور اس شراب کا پینا ظاہر میں ہوگا یا صرف قابلیت استعداد کا نام ہے، حضرت قاضی صاحب کے کلام سے مسکرائے اور

فرمایا کہ اس کے لیے وجود خارجی ہے اور ظاہر میں نوش کر سکتے ہیں۔
قاضی صاحب نے کہا کہ اس شراب کا پینا اس عالم میں ممکن ہے یا
ممکن نہیں۔ حضرت نے فرمایا ممکن ہے، قاضی صاحب نے درخواست
کی، میں امیدوار ہوں کہ اس کے ایک جرعہ سے مشرف کیا جاؤں
حضرت نے فرمایا مناسب ہے۔ آپ چند شب التزاماً تہجد کے وقت
ہمارے پاس حاضر رہیں انشاء اللہ تعالیٰ نصیب ہوگا۔

قاضی صاحب اس زمانہ میں بھروچ کے قاضی تھے مگر بیکوقت
دو آقاؤں کی ملازمت نہیں کر سکتے تھے، حضرت شیخ سے بیعت کے
بعد قضاۃ سے استعفا دیکر الگ ہو گئے۔ (وفات ۲۶ ربیع الاول ۸۶۵ھ
جائے دفن بدو پور احمد آباد گجرات)

## حضرت سید احمد شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۸۸۰ھ میں شہر احمد آباد گجرات میں واقع ہوئی
اور نشو و نما بھی اسی خطہ کی آب و ہوا میں ہوا۔ آپ نے سنِ شعور
کے بعد اپنے والد ماجد حضرت سید جعفر شیرازیؒ وغیرہ علما و فضلاء
سے کتب درسیہ کی تحصیل کی اور باقاعدہ عالم و فاضل ہوئے۔ مگر
سب سے زیادہ نمایاں چیز قرآن کی تعلیم تھی۔ علم قرأت میں بھی کامل
تھے، قرآن شریف نہایت ہی خوش لہجہ اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے
جس کے سننے سے سامعین کے قلوب ہلتے تھے (وفات دوشنبہ ۶ صفر ۹۴۴ھ

جائے دفن دروازہ استوریہ احمد آباد گجرات)

## حضرت میر اسد اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکثر اوقات عبادتِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔ قلعہ گولکنڈہ کے محاصرے میں حضرت عالمگیر اورنگ زیب کی طرف سے آپ بھی شریک تھے، آپ گولۂ توپ کی ضرب سے ۱۰۹۸ھ میں شہید ہوئے اور اسی قلعہ کے میدان نیک نام پورہ کے قریب مدفون ہوئے۔

## حضرت سید احمد و سید محمد رحمۃ اللہ علیہما

آپ دونوں صاحبزادے سید عبد اللہ مدنی کے ہیں، سید احمد صاحب اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ قرآن شریف حسنِ تلاوت اور حسنِ صوت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ دونوں بھائی ایک ہی مقام پر مسجد کے صحن میں مدفون ہیں۔

## حضرت شیخ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ ایک وقت آپ تصوّف میں کچھ بیان فرمارہے تھے اور تمام مریدین اور صاحبزادے حاضر تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ آج رمضان کا چاند ہوا، آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے لیے یہ آخری رمضان ہے۔ پھر تراویح کی نماز ادا کی اور خود بھی

قرآن مجید سنایا۔ قرآن کے ختم ہونے کے بعد اسی ماہ مبارک کی ۱۳ر تاریخ ۹۸۵ھ میں رحلت کی آپ حافظِ قرآن اور عالمِ باعمل تھے۔ شرع شریف کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی فرماتے تھے۔ آپ کا مزار پتھری میں واقع ہے۔

## حضرت سید شاہ ابراہیم المحمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بیجاپور سے آکر حیدرآباد میں سکونت پذیر ہوئے ایک وقت نواب آصف الدولہ صلابت جنگ نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو بیعت میں لیجئے۔ آپ نے عرصہ تک التفات نہیں کی مگر پھر سلسلہ میں داخل فرمالیا تھا۔

شاہ محمد فاضل ورنگلی صاحب پنج گنج فرماتے ہیں کہ میں ایک وقت ایک زبردست ظالم کے ہاتھ سے مجبور و مظلوم ہو رہا تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ آیہ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ کو ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ پڑھنا چاہئے مفید ہوگا میں نے چند روز ایسا ہی کیا دشمن کے شر سے محفوظ رہا۔

حافظ سید میراں بن قطب عالم نے آپ سے قرآن مجید حفظ کیا تھا آپ صاحبِ تصانیف بھی تھے۔ رسالہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ آپ کی یادگار ہے (وفات ۳ر ذیقعدہ ۱۱۷۰ھ جائے دفن محلہ یوسف چوک حیدرآباد)

# حضرت شیخ برہان الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں، سیر الاولیا اور روضۃ اولیا کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے شیخ برہان الدین کو مع سات سو مریدوں کے جن میں بعض پالکی نشین تھے اہلِ دکن کی ہدایت کے لیے روانہ کیا حضرت شاہ منتخب الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بھائی تھے جو آپ سے پہلے دکن میں آچکے تھے۔

ایک وقت مولانا شمس الدین فضل اللہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اوراد و نوافل کو ترک کروں۔ آپ نے فرمایا کس لیے؟ انھوں نے کہا میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا کہ اس آیت پر پہونچا۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا اس آیت کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ جو عمل کرتا ہے اپنے نفس کے لیے کرتا ہے، اگر نیک کام کرے گا تو اس کے لیے مفید ہوگا اور اگر برا کام کرے گا تو بھی اسی کے لیے مضر ہوگا۔ لہٰذا میں اپنے گندہ نفس کے لیے عمل نہیں کرنا چاہتا۔

مولانا کا قول سنکر حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ حکم الٰہی ایسا ہی ہے نیک عمل کو کیئے جانا چاہیئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رب العزۃ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اپنے پروردگار کے لیے صبر کر۔ جو کام

ہاتھ اور زبان سے تعلق رکھتا ہے وہ عمل ہے لیکن جو دل سے تعلق رکھتا ہے وہ عمل نہیں ہے بلکہ اشتغال باللہ ہے۔ اسی لیے ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ نیز حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا تَفَجَّرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ فِی الْقَلْبِ چونکہ اخلاص کا تعلق دل سے تھا اسی لیے اخلص اللہ ارشاد ہوا اور من صلی اللہ نہیں کہا۔ اب اگر کوئی آیہ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کا حوالہ دے تو لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ اس کا جواب ہے۔

آپ آخر ایام میں تین برس تک مختلف امراض میں مبتلا رہے اور کبھی کبھی زار زار روتے تھے ایک روز ایک رفیق مرید سے فرمایا کہیں ایسا نہ سمجھنا کہ میرا یہ رونا مرض کی تکلیف کی وجہ سے ہے میں تو ایک ساعت کو بھی خدا کے ذکر سے غافل ہوتا ہوں تو اس پر روتا ہوں۔

آپ نے آخر عمر میں مریدوں اور رفقاء کو طلب کر کے وصیت کی سلطان المشائخ کی تسبیح سامنے رکھی اور دستار کو گردن پر رکھا، پھر زبان سے کہنے لگے میں مسلمان ہوں، امتِ رسولؐ ہوں، مرید شیخ ہوں۔ اگرچہ نیک نہیں ہوں، نیک زندگی بسر نہیں کی ہے اس کو خود سمجھتا ہوں، ساتھ ہی زمین پر منہ رکھکے تسبیح کے ساتھ بیعت کرتے تھے اور روتے تھے (وفات ۱۱ صفر ۷۳۸ھ جائے دفن حصار متصل قلعہ دولت آباد۔)

## حضرت شیخ بہاؤالدین المعروف شاہ باجن رحمۃ اللہ علیہ

ان کا سلسلۂ نسب حضرت زید بن الخطاب برادر امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب سے ملتا ہے، برہان پور میں آپ کے لیے حکومتِ وقت کیطرف سے مکان، خانقاہ اور مسجد کی تعمیر ہوئی، درس و تدریس کا مشغلہ رہتا اور خدا رسی کی باتیں ہوتیں، فاروقیہ سلاطین میں سے ایک بادشاہ نے امتحاناً ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دل میں خیال کیا کہ حضرت اگر ہم سب کو سیر ہو کر کچھ کھلائیں تو صاحبِ کشف سمجھوں گا۔ بادشاہ کے پہنچتے ہی آپ نے شیخ عبدالحکیم اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ قرآن شریف کی جزودان لاؤ اور بسم اللہ کہکر جو کچھ اس میں سے نکلے حاضرین کے سامنے رکھو، صاحبزادے نے آپ کے فرمانے پر عمل کیا، جزودان میں ہاتھ ڈالکر نکالا تو گرما گرم روٹی اور تازہ حلوا برآمد ہوا چنانچہ ان مہمانوں کے علاوہ گھر میں بھی یہ غیبی نعمت بھیجی گئی پھر آپ نے حکم دیا کہ جزودان میں قرآن مجید رکھدیا جائے اور بادشاہ کے کان میں جھک کر کہا کہ فقیروں کی آزمائش مناسب نہیں (وفات ۲۴ ذیقعدہ ۹۱۲ھ جائے دفن برہان پور)

## حضرت شیخ جمال الدین جشتی عرف جمن علیہ الرحمۃ

آپ کی ولادت احمد آباد گجرات میں ہوئی، آپ کے اوصافِ حمیدہ

بہت ہیں، علمِ شریعت اور طریقت دونوں کے عالمِ باعمل تھے، صلوٰۃِ خمسہ کے علاوہ رات دن میں ہزار رکعت نفل ادا کرتے تھے آپ کی تالیف وتصنیف سے متعدد چھوٹی بڑی کتابیں ہیں بعض پر حواشی بھی لکھے ہیں خصوصًا حاشیۂ تفسیر مدارک، حاشیۂ بیضاوی، حاشیۂ تفسیر محمدی، حاشیۂ تفسیر حسینی قابلِ ذکر ہیں ان کے علاوہ تفسیر مختصر اور تفسیر نصیری بھی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس کی خدمت کی طرف خاص طور پر آپ کو متوجہ فرمایا تھا۔

چشتی آپ کا تخلص تھا، آپ کا دیوان بھی ہے تبرکًا ایک شعر درج ہے ؎

چشتی آں عزت کہ در عجز است در شاہی کجاست

ناتوانی مور شو محوِ سلیمانی مباش

آپ جب قریب الوصال ہوئے اس وقت اپنے برادر عزیز شاہ فرخ صوفی کو سجادہ نشین کیا۔ اور نصائح و وصایا کے بعد فرمایا کہ عزیزی آپ میرے پاس رہیے اور قرآن مجید پڑھتے رہیے اور میں جس وقت کہوں اس وقت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ پڑھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا دیکھو وہ مردود لعین آتا ہے لاحول پڑھو۔ (وفات ۱ ربیع الثانی ۱۰۱۲ھ جائے دفن شاہ پور احمد آباد گجرات ۔)

## حضرت سید جعفر بدرِ عالم بخاری گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی تاریخ ولادت وارثِ شاہی ۱۰۲۳ھ ہے آپ نے

علمِ ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت سید جلال مقصودؒ سے کی اور ان کی زندگی ہی میں خلافت اور سجادگی کی نعمت سے بھی سرفراز ہوئے۔

آپ علمِ تفسیر میں فردِ فرید تھے اکثر تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔ خوش تقریر تھے۔ محاوراتِ عرب سے اچھی طرح واقف اور خوب ماہر تھے۔ تفسیر میں دقائق و نکات بیان فرماتے تھے ہر کلمہ اور ہر فقرہ کی فصاحت و بلاغت پر نہایت خوبی کے ساتھ تقریر فرماتے تھے جس سے سامعین و طالبین کو لطف اور مزہ آتا تھا۔

آپ خوش تحریر بھی تھے خوشنویسی کے ساتھ جلد نویسی کے بھی مالک تھے۔ خطِ نستعلیق و نسخ میں استاد تھے قرآن مجید کے پورے تیس پارے صرف دو دن میں ایک مرتبہ آپ نے لکھا ہے اس نسخہ کو ہمیشہ اپنی تلاوت میں رکھتے اور جان سے عزیز سمجھتے تھے مگر آپ کے ایثار اور قرآن پر عمل کی یہ نادر مثال ہے کہ ایک روز رات کو روضۂ شاہیہ سے تہجد کی نماز پڑھکر برآمد ہو رہے تھے کہ راہ میں ایک شخص ملا، اس نے سوال کیا کہ مجھ کو تلاوت کے لیے قرآن شریف دیجئے، آپ نے فرمایا! صبح کتب خانہ سے دونگا۔ سائل نے کہا یہ مصحف جو آپ کے پاس ہے کیا اس کو نہیں دیتے، آپ نے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ کے ارشاد باری تعالیٰ پر عمل کیا اور اس "عزیز جان شئے" کو اسی وقت دیدیا۔ فقیر لے کے چلتا ہوا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔[1]

آپ موزوں طبع اور صاحبِ تصانیف بھی تھے روضاتِ شاہی جو بحث[2]

جلدوں میں ہے یہ عجیب و غریب کتاب ممکن ہے گجرات کے کسی کتب خانہ میں موجود ہو (وفات ۹ ذیحجہ ۱۰۸۵ھ جائے دفن رسول آباد علاقہ احمد آباد گجرات)

## حضرت شیخ حمید قادری قدس سرہٗ

آپ عالم شباب میں سندھ سے احمد آباد بیدریں تشریف فرما ہوئے وہاں سے حضرت شیخ محمد گنج بخش خلیفہ مخدوم جی سے خلافت حاصل کرکے پیر کی اجازت سے بیجاپور پہونچے، یہ زمانہ ابراہیم عادل شاہ کی بادشاہت کا تھا بادشاہ نے آپ کو نوباغ سکونت کے لیے عطا فرمایا جس کے اندر ملکۂ معظمہ جہاں فاسلطان زوجۂ علی عادل شاہ نے ایک مسجد، گنبد اور باولی تیار کرکے وقف کی آپ نے یہیں اقامت اختیار کی جس سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ آپ عالم اور حافظ و قاری بھی تھے۔ قرآن شریف عمدہ لہجہ اور الحان سے پڑھتے تھے (وفات ۲۲ ذیحجہ ۱۰۱۱ھ جائے دفن مقام مذکور)

## حضرت شیخ حسن محمد چشتی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز حسنِ اتفاق سے حضرت شیخ محمد علی بن نور بخش قادری آپ کی خانقاہ میں وارد ہوئے آپ کے والد حضرت شیخ احمد عرف میاں جیو نے خاطر و مدارات کی اس وقت آپ بھی وہاں کھیل رہے تھے۔ آپ کی عمر ڈھائی سال کی تھی مگر بات چیت خوب کرتے تھے شیخ نے اپنے کشفِ باطنی سے پہچانا کہ یہ فرزندِ صالح ولیِ کامل ہوگا۔ اپنے پاس بلایا اور سورہ کوثر پڑھائی

آپ کو خلافت حضرت جمال الدین عرف شیخ جمن سے حاصل ہوئی۔ آپ کی بزرگی و کرامت نے ایسی شہرت پائی کہ سلطان محمود اور اس کے امرا آپ کے معتقد ہوئے۔ چودہ مواضعات کے علاوہ شاہ پور بھی آپ کے قبضہ میں تھا آپ ظاہر میں بھی بڑی شان سے رہتے تھے لیکن ساری آمدنی نیک کاموں میں صرف فرما دیتے تھے۔ ایک بڑی مسجد تعمیر کی جس پر ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا۔

گلزارِ ابرار کے مؤلف نے آپ کے تقسیمِ اوقات میں لکھا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد دوپہر تک قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اس کے بعد فقرا کے ساتھ کھانا تناول فرماتے پھر قیلولہ اور ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہتا اسی طرح سارے رات اور دن نیک کاموں میں گذرتے تھے۔

آپ صاحبِ تصانیف تھے جس میں ایک نادر تفسیر تفسیر محمدی بھی ہے آپ نے اس تفسیر میں مثنوی مولانائے رومؒ کے ابیات کو آیات سے مطابق کیا ہے اور تفسیر بیضاوی پر بھی ایک حاشیہ لکھا ہے (وفات ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۹۵۲ھ جائے دفن شاہ پور احمد آباد گجرات۔)

## حضرت خواجہ وفا قدس سرہ

آپ حافظِ قرآن اور قاری تھے۔ علمِ تجوید میں مہارتِ کاملہ رکھتے تھے آپ اپنے پیر حضرت امیر عبداللہؒ کے ہمراہ دکن میں بطریقِ سیر و سیاحت

تشریف لائے تھے۔ اور حضرت پیر کے ارشاد کے بموجب دکن میں اپنا فیض جاری کیا اور اورنگ آباد کو مسکن بنایا۔

آپ ورد وظائف سے فارغ ہوکر طلبہ کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے اور رسائل تجوید پڑھاتے۔ طلبا اور شائقین آپ کی حسنِ تقریر سے محظوظ ہوتے تھے۔ جزاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ (وفات ۱۴ ربیع الاول ۱۱۱۵؁ھ جائے دفن نامعلوم۔)

## حضرت شیخ زین الدین داؤد بن خواجہ حسین شیرازی رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہوکر دار الخلافہ دہلی میں وارد ہوئے اور تھوڑی ہی مدت میں قرآن شریف کو حفظ فرمایا پھر سلطان محمد تغلق کے ہنگامہ میں دولت آباد آنا ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت شیخ برہان الدین غریب کی مشیخت اور بزرگی کا بازار گرم تھا۔ ان سے بیعت فرمائی اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ پھر دہلی واپس ہوئے اور بہت لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے از انجملہ شیخ صدر الدین شیخ الاسلام مفتی دار الخلافہ جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد ہیں۔ یہ اور مولانا نور الدین امام نے بھی بیعت کی۔ موخر الذکر نے آپ سے تبرکاً قرآن شریف کے چھ پارے قرأت کے ساتھ پڑھے۔

آپ نے ایک دن فرمایا کہ میں ہر روز قرآن مجید کا ایک ختم کرکے

حضرت سلطان المشائخ کی روح پُر فتوح پر ہدیۂ بھیجتا تھا۔ آج عنایت رب العالمین و اعانت شیخ برہان الدین سے حضرت سلطان المشائخ کے مرقدِ مبارک سے یہ بیت گوش زد ہوئی۔

بیا ساقی زحُسنِ خود کہ جامِ از تو آسود است
تو حسنِ من برافزودی خدا حُسنت بیفزاید

سلطان محمد تغلق کے بعد سلطان فیروز شاہ تخت نشین ہوا اس نے بھی چاہا کہ آپ دہلی میں اقامت گزیں رہیں مگر آپ راضی نہ ہوئے اور حضرت پیر کے آستانہ پر حاضر ہونے کا اشتیاق ظاہر کیا خود سلطان نے سامانِ سفر مہیّا کر کے تزک و احتشام کے ساتھ رخصت کیا۔

آپ کی رخصت کے وقت حضرت شیخ نصیر الدّین چراغ دہلی و دیگر خلفاء و امراء حوضِ شمسی تک مشایعت میں آئے۔ دہلی سے آپ اجودھن آئے آپ تین دن اور رات حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی گنبد میں دروازہ بند کر کے برابر مراقبہ میں مشغول رہے صرف نماز کے اوقات میں گنبد سے برآمد ہوتے تھے۔ شب و روز میں ایک قرآن ختم فرماتے تھے تین رات دن میں بارہ قرآن ختم کیے اجودھن سے اجمیر شریف پہنچے وہاں ایک ہفتہ تک رہے روضۂ شریف میں ہر روز ایک قرآن شریف ختم فرماتے تھے۔ اس کے بعد دولت آباد واپس ہوئے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ دوزخ کی آگ عشق کی آگ کے برابر نہیں ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السّلام سے کہا گیا کہ نمرود کی آگ تیز بھڑکی ہوئی ہے

آپ کو اس میں ڈالیگا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے دل کی آگ نمرود کی آگ سے تیز و تند زیادہ ہے۔ جب قیامت کے دن وعدے کے مطابق لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ دوزخ کو بھردیں گے اور دوزخ کو پکارینگے هَلِ امْتَلَأْتِ تو دوزخ کہیگی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ الغرض تمام مومن و کافر کو اس میں ڈالیں گے لیکن دوزخ مومنین کے نور کو دیکھتے ہی بھاگے گی اور چلائیگی اور کہے گی کہ اے مومن گذر جا تیرا نور میری آگ کو بجھاتا ہے پس مومنین گزر جائیں گے اور کافروں کو آگ لپٹ جائیگی۔

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص قبلہ سمجھ کر کسی سمت میں نماز پڑرہا ہو مگر جب اس کو معلوم ہو جائے کہ قبلہ دوسری جانب ہے تو اس طرف پھیرنا اور متوجہ رہنا جائز نہ ہوگا کیوں کہ قبلہ سے مقصود توجہ الی الحق ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور کعبہ قبلہ ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالے جہت سے منزّہ ہے۔

فرمایا کہ مردانِ خدا اور بزرگانِ حق تعلیم الہٰی میں ایسے اقوال بیان کرتے ہیں کہ عقل میں نہیں آتے اور یہی سبب ہے کہ لوگ ان کی تکفیر پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ دیکھو ادہر مصر سے قافلہ برآمد ہوا اور ادہر مہتر یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں خبر دی اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ

لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ میں بے شک یوسف کی خوشبو پاتا ہوں (اے بیٹو)
اگر تم مجھ کو نادانی سے منسوب نہ کرو، مگر اس پر فرزندوں نے کہا تَاللّٰہِ
اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ۔ قسم کھائی، اِنَّ اور لام تاکید لائے
اور ضلال کو قدیم کے ساتھ موصوف کیا۔ ایسا ہی موسیٰ علیہ السلام اور حضرت
خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے باوجود کمالات کے
خضر علیہ السلام سے صحبت و مصاحبت کی درخواست کی مگر جواب
یہ پایا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ اِنَّ تحقیق کے لئے اور لَنْ
نفی تاکید کے لئے ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے کہا سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ
صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا۔ موسیٰ علیہ السلام نے باوجود علم کے
انشاء اللہ کے ساتھ قول کو مقید فرمایا ہے اور خضر علیہ السلام بغیر تامل حکم کرتے
ہیں اور ہر مقام پر اس امر کو مکرر وارد کرتے ہیں آخر ہوا وہی جو حضرت
خضر نے کہا تھا تو علم موسیٰ اور علم خضر کو کس قسم کے علم سے تعبیر کر سکتے ہیں۔
عشق و محبت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

زعقل اندیشہ باز آید کہ مردم را بفرساید — گرت آسودگی باید برو عاشق شو اے غافل

پس عشق کے حاصل کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے عشق کی پناہ میں آ
تاکہ تمام آفات و شدائد سے نجات ملے۔ حضرت حق کی طرف کوئی راستہ
قریب تر عشق کی راہ کے دوسرا نہیں ہے۔ اس پر ایک معترض
ابو الفضول نے سوال کیا عشق عطائی ہے یا تحصیلی؟ فرمایا۔ انبیاء کا
آنا کتب سماوی کا نازل ہونا اور اولیاء اللہ جل شانہ کا اظہار تمام تعلیم و

تحصیل نورِ اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور بے نور ولایت شیخ نورِ اتباع کو نہیں پا سکتے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ پھر آپ معترض کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو کچھ کہا وہ یہی ہے لیکن وہ باقی نہیں رہتا ہے، چند روزہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ نورِ ولایت و نبوت کی حمایت میں نہیں ہے ولایت و نبوت کے تابعین ہی گمراہی سے فارغ ہوتے ہیں مصداق اِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

آپ کی مجلس میں حیلہ کی بابت تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا کہ ایسا حیلہ کرنا جس میں شر مطلوب نہ ہو شرعاً درست ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص صاحب خانہ کی طلب میں آیا ہو اور صاحب خانہ کو بہ سبب مخالفت طمع یا خوف غیبت و غمازی یا ترکِ اوراد وغیرہ ملاقات کرنا منظور نہ ہو تو وہ اپنے غلام کو بھیجتا ہے تا کہ کہدے کہ خواجہ گھر میں نہیں ہے غلام آتا ہے اور دروازہ یا در پر ہاتھ رکھکر کہتا ہے کہ خواجہ یہاں نہیں ہے اور دل میں اشارہ دروازے یا دیوار کی طرف کرتا ہے یا یہ کہ خواجہ گھوڑے پر سوار ہو جائے اور کہلا دیا جائے کہ خواجہ سوار ہو گیا اس قسم کا حیلہ درست ہے لیکن وہ حیلہ جس میں شر مطلوب ہو حرام ہے ان ہر دو حیلوں کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے ایک تو حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں کہ اگر حد قائم کی جائے تو ظلم ہوتا ہے ورنہ سوگند واقع ہو گی جو غیر مشروع ہے۔ لیکن داؤد علیہ السلام کی قوم کے بارے میں جو ہے کہ

بروز شنبہ مچھلی کا شکار نہ کریں تو اس قوم نے حیلہ کیا کہ شنبہ کے دن پانی میں گہرے غار کھود دیئے تاکہ مچھلیاں غار میں جمع ہو جائیں اور یکشنبہ کے دن شکار کریں اس قسم کا حیلہ ممنوع ہے۔

عملِ بے ریا کے بارے میں فرمایا کہ ایک فقیر رات کو تلاوتِ قرآن میں مشغول تھا اس وقت ایک چور کو دیکھا کہ گھر میں داخل ہوا۔ فقیر نے ایک آیت چور کے سنانے کے لیے بآوازِ بلند پڑھی چور نے سمجھا کہ صاحبِ خانہ ہوشیار ہے فوراً واپس ہوا کہتے ہیں کہ صاحب خانہ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے۔ اور حکم الٰہی ہوا ہے کہ بندوں کے اعمال تولے جائیں، جب صاحب خانہ درویش کی تلاوت تولنے کی نوبت آئی تو وہ آیت جو چور کے سنانے کے لیے تلاوت کی گئی تھی نہیں تولی گئی۔ درویش نے کہا یہ بھی میری تلاوت ہے۔ جواب ملا نہیں یہ آیت تو نے خدا کے لیے نہیں پڑھی تھی۔

آپ کی وفات محمد سے میں ہوئی ۲۵ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ جا دفن حصار روضۂ خلد آباد)

## حضرت شہباز قدس سرہ

ایک دن آپ کا گذر کسی مجذوب معاصر کے پاس ہوا۔ مجذوب نے حالتِ جذب میں آپ سے فرمایا کہ آپ کسی صاحب دل کامل سے ملیے۔ وہ آپ کو کچھ نصیحت کرنیگے۔ پھر آپ نے رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی

صاحب دل مکان کے صحن میں کھڑے ہیں اور یہ آیت بآواز بلند پڑھتے ہیں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور وسیلہ چاہو۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو دل میں محبتِ الٰہی کی آگ شعلہ زن تھی۔

نقل ہے کہ ایک عورتِ صالحہ حضرت کی بیعت سے مشرف ہو کے خانقاہ کے ایک گوشہ میں رہتی تھی۔ رات دن ذکر و شغل میں گزارتی تھی، حضرت نے اس کو بموجب الہام ربانی بشارت دی کہ تو عبادت و خلوص کی بدولت تجلّی خاص سے مشرف ہوگی عورت بشارت کے سنتے ہی بحالت وجد گریہ کرنے لگی۔ گریہ کرتے کرتے بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو کسی نے اس سے پوچھا خوشی کی حالت میں گریہ کیسا اس نے جواب دیا جاروب کش کنیز سے اگر مالک وصال کا وعدہ کرے تو وہ اس خوش حالی میں شادی مرگ کیوں نہ ہو جائے۔ (وفات ماہ ربیع الاول ۹۳۲ھ جائے دفن برہانپور)

## حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ

صلاح الدین نام۔ آپ کے والد توکا جیو نام ایک روز شرف اسلام حاصل کرنے کے لیے شیخ احمد کھٹو گنج بخش کی خدمت میں آئے۔ گنج بخش اس وقت قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھے آپ نے توکا جیو سے مخاطب ہو کر فرمایا اے طالب آ! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ۔ توکا جیو نے

حسب الارشاد بسم اللہ پڑھی۔ آپ نے اس کو مسلمان کیا۔ پھر فرمایا پانی لا۔ طالب نے پانی حاضر کیا گنج بخش نے نوش فرمایا اور بقیہ طالب کو دیا اور فرمایا۔ پی۔ طالب نے حُسنِ اعتقاد سے پیا۔ پھر گنج بخش نے قرآن شریف طالب کو دیا اور فرمایا پڑھ طالب نے آپ کی برکت اور خدا کے فضل سے پڑھا گویا علمِ لدنی حاصل ہوگیا۔ (وفات ۲ ربیع الاول ۹۹۵ھ جائے دفن قصبہ کھیج ضلع احمد آباد ۔)

## حضرت مولانا ظہیر الدین بالاپوری قدس سرہٗ

آپ نے نشو و نما کے بعد دس برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور فنِ قرأت سے بھی فراغت حاصل کی مولانا عبد الغنی سے قرآن شریف حفظ کیا اور عمِ بزرگوار کو حفظِ قرآن کی تکمیل کی خبر دی اور لکھا کہ آپ یہاں تشریف لائیے ماہ مبارک میں قرآن شریف سماعت فرمایئے مولانا نیب اللہ ایلچپور سے آئے اور تراویح میں شریک ہوئے اور آپکا قرآن سنا بہت خوش ہوئے آپ کی وفات ۲۶ جمادی الثانی ۱۱۴۱ھ میں واقع ہوئی

## حضرت شاہ علاء الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی عمر کا بڑا حصہ عرب و عجم کی سیاحت میں گزرا اکثر شیوخ کرام سے ملے ہیں اور استفادہ کیا ہے آپ تارکُ الدنیا تھے، مقامِ تجرید و تفرید میں مستغرق اور مرتبہ فنا فی اللہ میں محو تھے۔

ایک روز آپ شاہ صبغۃ اللہ کے حلقۂ درس میں گئے، اس وقت تفسیر بیضاوی کا درس ہو رہا تھا۔ ایک مشکل مسئلہ کے جواب میں فکر کر رہے تھے۔ آپ نے اشکال کا جواب بیان کیا۔ شاہ صاحب نے دل میں خیال کیا کہ جواب کا تکملہ ہونا چاہیے تاکہ جواب کامل ہو جائے آپ نے جواب کا تکملہ بھی فرما دیا۔ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ آہ شاہِ طریقت (۱۰۳۱) رحلت کی تاریخ ہے۔ بیرون حصار بیجاپور میں مدفون ہوئے

## مسماۃ حضرت بکھن بی قدس سرہا

یہ حافظِ قرآن تھیں۔ تمام روز تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتیں مدۃ العمر اس وظیفۂ قرآن کو ترک نہیں کیا۔ ان کے پاس چالیس خادمائیں تھیں اور وہ سب کی سب حفاظ و صالحات تھیں۔ حضرت بکھن بی صاحبہ تراویح میں ختم قرآن فرماتیں اور یہ تمام خادمائیں مقتدی ہوتیں۔ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھی قرآن مجید کی تعلیم دی اور حافظِ قرآن بنایا حضرت بکھن بی صاحبہ اپنے وقت کی رابعہ بصریہ تھیں، ان کا سارا وقت عباداتِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن پاک میں گزرتا تھا، ایک دن خواب میں دیکھا کہ سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہیں اور اپنے دامنِ مبارک پر نماز ادا کرنے کے لیے فرماتی ہیں۔ جب میں نماز سے فارغ ہوئی تو ارشاد ہوا کہ میرے پاس آ اور تین انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا۔ آپ جب خواب سے بیدار ہوئیں تو لوگوں سے

اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ اب میری عمر کے تین دن یا تین مہینے باقی رہ گئے ہیں یعنے تین انگشت سے اشارہ کا یہی مطلب ہے۔

آپ کی عمر ۸۵ سال کی تھی جس میں سے پچاس برس تک صائم الدہر رہیں، نماز اور تلاوت کبھی ترک نہیں ہوئی اپنا کفن اپنی زندگی میں تیار کیا تھا حسب وصیت ایسے دو بزرگوں کی پائنتی دفن ہوئیں جو حافظ و قاری تھے (رحلت ۶ ر صفر ۱۴۰ھ)

## حضرت سید علاء الدین ضیاء الحسینی الچشتی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت کا ایک عجیب قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت سلطان برہان الدین غریب حسب ارشاد پیر ایک پیرزادی کے مکان پر ہر جمعہ کو نماز کے بعد ہمیشہ جایا کرتے تھے اور اس کی خدمت بجالایا کرتے تھے وہ پیرزادی عابدہ اور صالحہ تھی اور اس عفیفہ کی ایک لڑکی چودہ سالہ تھی جو حسن صورت کے علاوہ حسن سیرت سے بھی مالا مال تھی اور جسکی پیشانی سے بزرگی و سعادت مندی اور پارسائی و دانشمندی کے آثار نمایاں تھے۔ اسی عمر میں صائم الدہر اور قائم اللیل تھی روز و شب عبادت و ریاضت اور تلاوتِ قرآن مجید میں گزارتی تھی لباسِ سیاہ زیب بدن رکھتی تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سلطان برہان الدین حسب عادت مستمرہ جمعہ کے روز پیرزادی کی خدمت میں گئے اس روز اتفاقاً آپ کی نظر اس

دخترِ صالحہ پر پڑی آپ مسکرائے پیرزادی نے آپ کو دیکھا اور ملتانی زبان میں یہ فقرہ کہا "اے برہان الدین اساڑوہیہ کڑ کہیا کسند اہے" یعنی تو میری لڑکی سے تبسم کرتا ہے" اس فقرہ کے سنتے ہی سلطان کے جسم پر لرزہ پیدا ہوا اور نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ میرے مرشد آپ کی درگاہ کے غلام ہیں اور میں ان کے کمترین غلاموں میں سے ہوں۔ میری کیا مجال ہے کہ میں مخدوم زادی سے تبسم کروں۔ میرے تبسم کا سبب یہ ہے کہ اس دخترِ صالحہ کی پیشانی میں ایک ولی کامل کا نور درخشاں ہے جس نے مجھے سلام کیا میں متعجب اور متبسم ہوا کہ جناب کی دخترِ صالحہ نے تو یہ عہد کیا ہوا ہے کہ مدت العمر شوہر نہیں کرے گی پھر یہ ولی پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں کس طرح نمودار ہو گا۔ شاید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طور پر ظہور فرمائے۔

ادھر پیرزادی نے حضرت سلطان قدس سرہ سے اس معاملہ میں استخارہ کے لیے کہا اور ادھر خود دخترِ صالحہ نے بھی استخارہ کیا۔ اور دوسرے دن والدہ ماجدہ سے کہا کہ عنقریب ایک شخص صحیح النسب سید بہیئت گدائی آئیگا۔ میرا عقد اس سے ہوگا۔ یہ بزرگ سید ضیاء الدین تھے جو اسی مذکورہ ہیئت کے ساتھ آئے اور دخترِ صالحہ سے نکاح ہوا بی صاحبہ نے تیسرے دن شوہر کی خدمت میں درخواست کی کہ میرے وظائف تین دن سے قضا ہو رہے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو ان کو بجا لاؤں اور سید ضیاء الدین نے بھی یہی درخواست کی کہ آپ مجھ کو بھی اجازت

دیں کہ میں سفر اختیار کروں اور صانعِ حقیقی کے صنائع و بدائع کو عبرت
سے دیکھوں اور سلطان قدس سرہ نے جس کے ظہور کی بشارت
دی تھی اس کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ بی صاحبہ نے فرمایا کہ
میں قرآن مجید کی حافظ ہوں جب تک میرا فرزند مادر زاد حافظ
نہ ہوگا پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں قدم نہیں رکھیگا۔ ایسا نہ ہو کہ
ولادت میں دیر ہو اور لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ آپ اہلِ ہمسایہ
کو اس واقعے سے مطلع کریں اور فرزند کا نام مقرر کر کے سفر
اختیار کریں۔ سید صاحب نے ایسا ہی کیا اور آپ کا نام علاء الدین
مقرر کیا۔

حضرت سید علاء الدین در اصل ولی مادر زاد اور حافظِ مادر زاد
ہوئے اور آپ کے ذریعہ سے علم شریعت اور طریقت کی ترویج
ہوئی اور لوگوں کو فیض پہونچا (وفات ۸۰۰ھ جائے دفن دولت آباد)

## حضرت شیخ عزیز اللہ چشتی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حافظِ قرآن تھے، عربی و فارسی میں ذی استعداد و صاحب سواد
تھے، آپ صاحبِ کرامت و کرشمہ تھے جو کوئی آپ سے قرآن شریف
پڑھتا تھا وہ ضرور حافظ قرآن ہوتا تھا اور اگر اتفاقاً کوئی حافظ
نہیں ہوتا تو ایسا ہوتا تھا کہ کوئی اس پر ناظر کا اطلاق نہیں کر سکتا تھا
حفظِ قرآن مجید کے ساتھ آپ فنِ قرأت میں بھی استاد تھے تجوید

کے رسائل خوب پڑھاتے تھے (وفات ۲۲ جمادی الاول جائے دفن شاہ پور احمد آباد گجرات)

## حضرت مولانا سید عنایت اللہ بالاپوری خُجندی رح

آپ خجندی الاصل تھے، آپ کے دادا مع اہل و عیال ہندوستان میں آئے، ایک عرصہ تک آپ مرشد کامل کی تلاش میں رہے، بالاپور سے برہان پور تشریف لائے اور حضرت شیخ ابوالمظفر صوفی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ سے بیعت ہوئے۔ پھر پیر کی اجازت سے اورنگ آباد فائز ہوئے اور خلق اللہ کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔

آپ کا کسب قرآن شریف کی کتابت تھی، آپ نے اس زمانہ میں (۱۸) قرآن شریف لکھے مگر فتوحاتِ غیبی کی اس قدر کثرت تھی کہ مُصاحفِ مکتوبہ کو ہدیہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

آپ خوش تقریر و خوش بیان تھے، وعظ نہایت خوبی کے ساتھ بیان فرماتے تھے، آپ کا کلام سامعین کے قلوب پر جادو کی طرح اثر کرتا تھا، دنیا سے نفرت اور محبتِ الٰہی کی نسبت جس وقت توجہ دلاتے تو سامعین کی یہ حالت ہوتی کہ مال و دولت کو تصدّق کرکے صحرا نوردی اختیار کرلیتے۔ اسی طرح موت اور آخرت کے احوال اس طرح ادا فرماتے کہ گویا قیامت قائم ہوگئی اور لوگ عرصۂ

محشر میں داخل ہوگئے ہیں۔ وعظ میں آپ کی ہیبت وعظمت اس قدر ہوتی تھی کہ اہل مجلس پہلو نہیں بدل سکتے تھے۔ سارا مجمع عالم سکوت میں رہتا تھا۔ غور کیجئے تو در اصل یہ سب قرآن مجید کی عظمت وجلالت کا اثر تھا۔

آخیر وقت میں نصائح اور وصایا کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ آہستہ آہستہ قرآن شریف پڑھو حسب الارشاد سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک کی تلاوت کی گئی لوگوں نے دیکھا تو آپ بہشت بریں کو روانہ ہو چکے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (وفات روز پنجشنبہ ۲۵ صفر ۱۱۱۲ھ)

آزاد بلگرامی نے آپ کی رحلت کی تاریخ لکھی ہے۔

## تاریخ وفات از آزاد بلگرامی

قبلۂ اولیاء ایام ہُدا ئے — آفتابِ سپہرِ فضل و کرم
ثانیِ نقشبند فخرِ زماں — بضعۂ سیدِ بنی آدم
نامِ پاکش عنایت اللہ است — ذاتِ پاکش بروں ز وصفِ قلم
جدِّ اعلائے او زِ شہرِ خجند — سوئے ہند آمد و فشرد قدم
بعد ازاں در مقامِ بالاپور — آمد آں مرشدِ صنوفِ امم
گفت تاریخِ رحلتش ہاتف — قطبِ اقطاب رفت زیں عالم

## شاہ غلام حسین اورنگ آبادیؒ

شاہ غلام حسین اورنگ آبادی علاوہ دیگر اوصاف کے قرآن کے حافظ بھی تھے اور نہایت صحیح پڑھتے تھے۔ ماہ رمضان المبارک میں تنبیہ سناتے تھے۔ آپ کا مزار محلہ جیلہ پورہ اورنگ آباد میں ہے۔

## شاہ غلام احمد کمل پوش حیدرآبادیؒ

نو برس کی عمر میں حفظِ قرآن سے فراغت حاصل کی حافظہ نہایت قوی تھا کبھی ذرہ نہیں فرماتے تھے اور نہایت صحیح و درست پڑھتے تھے۔ کہیں سکتہ یا سہو واقع نہیں ہوتا تھا۔ قرآن شریف ہر سال تراویح میں سناتے تھے۔ آپ نے نمازِ تراویح کے سوا کبھی امامت نہیں فرمائی۔ ایک دن حضرت موسیٰ شاہ قادری نے عدمِ امامت کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے تین سبب ہیں موقع سے بیان کرونگا۔ اتفاق سے یہ دونوں بزرگ اس دن عشاء کی نماز تک ایک ہی جگہ رہے۔ جب عشاء کی نماز ہوئی اور اقامت کہی گئی تو بغیر کسی کے کہنے کے آپ ہی نے امامت شروع کردی اور قرات فاتحہ کے بعد سورہ بقر کو شروع کرکے نصف قرآن تک ایک ہی رکعت میں پڑھا۔ پھر نماز ختم کرکے فرمایا عدمِ امامت کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے آپ کا مزار شریف حیدرآباد کے مشرقی سمت میں ہے۔

# شاہ فضل اللہ کاشانیؒ

آپ کو قرآنِ مجید کی تلاوت اور تعلیم سے خاص شغف تھا۔ چنانچہ رات دن میں سے بیشتر اوقات تلاوتِ قرآن و تعلیم قرأت میں مشغول رہتے تھے۔ سامعین کو آپ کے بیان سے ایک خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ آپ کا مزار احمد آباد گجرات میں دریائے سابرمتی کے کنارے ہے۔

# سید کلیم اللہ نقشبندی بالاپوریؒ

لکھا ہے کہ آپ نے صرف (۷) برس کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا آپ کی زندگی میں قرآنی اخلاق ہمیشہ کارفرما رہا۔

# حافظ قاری محمد عربؒ

اصلی وطن حضر موت ہے۔ علی عادل شاہ کے زمانہ میں بیجاپور میں وارد ہوئے۔ حافظِ قرآن اور قاری تھے۔ قرآن شریف مصری لہجہ میں پڑھتے تھے خوش الحان تھے۔ سامعین آپ کی آواز سے وجد و حال کرتے تھے۔ آپ کی توجہ سے اکثر لوگ حافظ و قاری ہوئے۔ خود علی عادل شاہ نے آپ سے قرآن شریف پڑھا اور قرأت کا فن سیکھا۔ آپ کا مستقل شغل قرأت کی تدریس و درسِ قرآن تہا۔ آپ کے تین صاحبزادے

تھے اور تینوں حافظ و قاری تھے، ان میں سے ایک کا نام مولانا حافظ عبد الغفور تھا جو قرأت و خوش آوازی میں بے نظیر تھے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت عالمگیر اورنگ زیبؒ نے بیجاپور کو سخر کیا اور آپ سے ملاقات ہوئی تو عند اللہ تذکرہ فرمایا کہ بیجاپور کے غنائم سے مجھ کو حافظ عبد الغفور بے نظیر ملے۔

یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عالمگیر اورنگ زیبؒ نے حافظ صاحب کو امامت سونپی اور ہمیشہ انہی کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے ایک دن آپ نے کچھ اس طرح قرأت فرمائی کہ عالمگیر کو وجد آ گیا۔ نماز کے بعد فرمایا حافظ جی قرآن اس طرح نہیں پڑھنا چاہیئے کہ نماز میں خلل واقع ہو۔

انہی حافظ صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک عرب آپ کی قرأت و خوش الحانی کی شہرت سنکے ملنے آئے اور اپنا شوقِ سماعت بیان کیا۔ حافظ صاحب عشاء کی نماز میں امام ہوئے اور عرب وغیرہ مقتدی، آپ نے نماز میں سورۂ ہود پڑھی جس کا عرب پر ایسا اثر ہوا کہ جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حافظ عبد الغفور صاحب ہمیشہ عالمگیری لشکر میں رہے اور وہیں فوت ہوئے۔

## شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ دیگر فضائل کے علاوہ قرآنِ مجید کی تعلیم پر بھی خاص نگاہ

رکھتے تھے۔ حقائق و معارف بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا "حیرانی زیادہ طلب کر اور اسم اللہ میں مشغول ہو"، خدا قرآن میں فرماتا ہے قل ھو اللہ احد یعنے مرشد کا ارشاد ہے کہ اے طالب توقف کر تاکہ اسم سلام کی تجھ پر تجلی ظاہر ہو اور وہی دار السلام ہے۔ چنانچہ اس کے لیے بھی ارشاد ہے واللہ یدعوا الی دار السلام مطلب یہ ہے کہ جب تو سلامتی کے مرتبہ کو پہونچیگا اسی وقت حق تعالی اپنی طرف بلائیگا۔

آپ کی سکونت کجکول بندہ غار میں تھی جو حیدرآباد سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ مقام ابتک آپ کا چلہ گاہ مشہور ہے۔ پُرفضا مقام ہے پہاڑی کی چوٹی پر ایک پختہ مکان ہے اس میں چند رباعیاں مرقوم ہیں ان میں یہ اشعار بھی ہیں:—

یک آں غار یست کاں سالار ابرار — زمکہ کرد ہجرت شد دراں غار
یک ایں غار یست کاں پیر شاہی — ز دنیا کردہ ہجرت شد دریں غار
ہست ایں غار ہمچو غار ثور — ... بجائے احمد مختار
وصفِ او آمدہ است در قرآں — ثانی اثنین اذ ھما فی الغار

مزار اندرونِ شہر ملک عنبر کی مسجد میں ہے۔

## سید محمد الحسینی الملقب بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

دکن کے علاوہ سارے ہندوستان میں آپ مشہور ہیں۔ آپ

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں علوم باطنی میں جو آپ کا درجہ ہے مسلّم ہے۔ علومِ ظاہری میں بھی آپ کی تصنیفات آپ کی فضیلت کا پتہ دیتی ہیں۔ آپ دکن میں فیروز شاہ بہمنی کی حکومت کے زمانہ میں آئے اول دولت آباد میں پہنچے پھر آٹھ سو ہندرہ ہجری میں گلبرگہ کا ارادہ فرمایا۔ فیروز شاہ نے تپاک سے استقبال کیا۔

لکھا ہے کہ فیروز شاہ نے ۸۱۸ھ میں اپنے بڑے بیٹے حسن خاں کو اپنا ولیعہد کیا اوروں سے بیعت کرانے کے بعد حضرت کی طرف بھی متوجہ ہوا اور دعائے خیر کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا جب آپ نے اسے بادشاہت دی فقیر کی دعا کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن بادشاہ نے دوبارہ کہلا بھیجا۔ اس مرتبہ آپ نے صاف صاف فرمایا کہ سلطنت کا تاج احمد خاں برادر فیروز شاہ کے نام مقدر ہو چکا ہے۔ ساری کوششیں بیکار ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی منجملہ دیگر تالیف و تصنیف کے تلقیط تفسیر قرآن بطور سلوک اور دوسری تفسیر بطریق تفسیر کشاف ہے۔ نیز کشاف پر حاشیہ بھی ہے۔

آپ کا مزار گلبرگہ میں ہے جس پر سلطان احمد شاہ بہمنی کا بنایا ہوا گنبد ہے۔ مخدوم دین و دنیا مادہ تاریخ ہے۔ آپ کی عمر

ایک سو پانچ برس کی تھی۔ آپ نے بروز دوشنبہ وقتِ چاشت ۱۶ تاریخ ماہ ذیقعدہ ۱۲۲۵ھ میں وصال فرمایا۔

## سید مصطفےٰ بروم المعروف شاہ رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حلقۂ درس آپ کا بہت وسیع تھا جس میں دیگر علوم و فنون کے علاوہ تفسیر کا درس بھی ہوتا تھا۔ طلبہ دور دور سے آپ کی خدمت میں آتے تھے اور آپ کی خانقاہ ہر وقت دار العلوم بنی رہتی تھی طلبہ آپکی افہام و تفہیم سے بہت خوش ہوتے تھے اور آپ مسائلِ مشکلہ اس خوبی کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ ہر طالبِ علم آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا تھا۔

## مولوی محمد زماں خاں صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام حیدرآباد میں ابتک مشہور ہے عالم و فاضل بزرگ صفت اور قناعت و توکل پسند تھے۔ زندگی سپاہیانہ بسر کرتے تھے ماہ صفر ۱۲۶۵ھ میں حیدرآباد آئے۔ صاحبزادہ ہمیت علی خاں افضل الدولہ مرحوم کی تعلیم آپ کے تفویض ہوئی۔ ۱۲۷۳ھ میں دار العلوم کے مدرس بھی ہوگئے اور ۱۲۸۶ھ میں اعلیحضرت میر محبوب علی خاں نظام الملک آصفجاہ ششم کی تعلیم و تدریس کے لیے ایک ہزار روپیہ ماہوار پر نواب مختار الملک بہادر اول نے مقرر فرمایا۔ سارا وقت

درس وتدریس ہی میں بسر ہوتا تھا جس میں تفسیر کے اسباق تھے ہر جمعہ کو قرآن شریف کا وعظ فرماتے تھے اور کلام الٰہی کے اسرار ونکات اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ سامعین نہایت محظوظ ہوتے تھے۔

آپ کے وقت معین تھے صبح سے اشراق تک اوراد ماثورہ وتلاوت قرآن پھر حوائج ضروری سے فارغ ہو کر بارہ بجے تک درس وتدریس اور پھر عصر سے عشاء تک تلاوتِ قرآن مجید۔

## آپکی شہادت

مولوی صاحبؒ کی شہادت کا ذکر اب تک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے واقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب ہدیہ مہدویہ تصنیف فرمائی جس کا چرچا بہت ہوا۔ ایک دن عاداتِ جاریہ کے موافق ساتویں ذیحجہ ۱۲۹۲ھ میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوئے پارہ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِیْ پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص سید احمد مہدوی نے مسجد میں آکر پشت کی جانب سے عین تلاوت کی حالت میں کٹار کا وار کیا۔ ضرب شدید ایسی واقع ہوئی کہ کٹار سینے سے پار ہوگئی۔ آپ نے پلٹ کر قاتل کو دیکھا اور اللہ اکبر کہتے ہوئے قرآن پر سر رکھدیا۔ قاتل نے پھر دوسرا وار کیا جس سے شہرگ کٹ گئی اور آپ جاں بحق تسلیم ہوگئے نمازِ جنازہ بکرات ومرات پڑھی گئی اور آپ مدرسہ کے

صحن محلہ شاہ علی بنڈہ میں شہید کی شان نے دفن کیے گئے۔

## شاہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ

آپ قانع و متوکل تھے ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے اور ہر چار گھنٹے میں کلام اللہ شریف کا ایک ختم فرماتے تھے آپ کا مزار چوڑی بازار حیدرآباد میں ہے۔

## مخدوم العالم مولانا شیخ نور الدین رح

آپ دس برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے۔ آپ کا مدرسہ ایک لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر ہوا تھا سنہ ۱۱ھ میں شروع ہوئی اور کل عمارت سنہ ۱۱ھ میں تکمیل کو پہنچی آیہ کریمہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ مادۂ تاریخ ہے۔۔

آپ ہر روز قرآن شریف کا ایک ختم فرماتے تھے آپ کے مدرسہ میں ایک لاکھ کتابیں تھیں آپ کا شغل درس و تدریس تھا۔ دور دور کے طلبہ فیضیاب ہوتے تھے جن کے لیے ہر قسم کی آسانی بہم پہنچائی گئی تھی یہ مدرسہ اپنے وقت کا گویا نظامیہ اور ازہر تھا۔

حضرت مولانا کثیر التصانیف ہیں جس کی تعداد ایک سو ستر تک پہنچتی ہے از انجملہ التفسیر الرحمانی السبع المثانی۔ التفسیر الربانی علی سورۃ البقر و حاشیہ اوائل تفسیر بیضاوی بھی ہیں۔

آپ کا مزار آپ کے مدرسہ میں ہے۔ وفات ۱۰۷ برس کی عمر میں وقت دوپہر روز سہ شنبہ ۱۱۵۵ھ کو واقع ہوئی۔

## سیّد محمد ابوالمجد محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخاری الاصل اور گجراتی المولد تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم پانچ برس کی عمر میں شروع ہوئی اور آٹھویں سال قرآن کو ختم کیا ہر روز چار پارے قرآن مجید کے تلاوت فرماتے تھے، ساری عمر اس کے پابند رہے۔ کبھی ناغہ نہیں کیا۔ آپ کی تصنیف ایک تفسیر بروایت اہل بیت ہے۔ دوسری تفسیر مختصر بطور جلالین کے ہے۔ رحلت کی تاریخ روز چہارشنبہ ۲۹ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ ہے۔

## شیخ محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ آپ کو پورا قرآن شریف مع قرأت وتجوید از بر تھا۔ ایکمرتبہ صوبہ دار گجرات محمد اعظم شاہ بن عالمگیر نے آپ سے سورۃ الرحمٰن کی سماعت کی۔ کہیں مدو مخارج حروف میں غلطی نہیں کی۔ جس پر علاوہ خلعت ونقد کے موضع تاجپور پرگنہ بیرم گام جاگیر میں ملا۔ مزار احمد آباد گجرات میں صحن مسجد میں ہے۔

وفات ۱۶ جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ۔

# خاکی شاہ براری رحمۃ اللہ علیہ

علاقۂ مالیگاؤں برار میں سکونت پذیر تھے۔ مجذوب صفت تھے، اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہیں جاتے نہ تھے۔ قرآن مجید سے قلبی محبت تھی۔ یہاں تک کہ ہر ایک سے تحفہ قرآن شریف لیتے تھے۔

قرآن مجید میں مختلف قسم کے خطوط کھینچتے تھے اور اپنے اطراف میں رکھ کر بیچ میں بیٹھتے تھے۔ اس طرح آپ کے اطراف میں بہت سے مصاحف جمع ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ نواب محمد فتح جنگ خاں بہادر ایلچپوری کا گذر آپ کی طرف سے ہوا۔ مصاحف کا یہ حال دیکھ کر جبراً اٹھوا لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ شاہ صاحب سخت ناخوش ہوئے۔ مشہور ہے کہ فتح جنگ خاں کی اسی سال موت واقع ہوئی۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ایلچپور کے افاغنہ آپ کی بد دعا سے تباہ ہوئے۔

آپ کا مزار ہیری میں ہے۔ وفات سنہ ۱۲۴۱ھ۔

# محمد امیر چاپانیری شطاری رح

آپ ہمیشہ باوضو رہتے اور قرآن مجید کی تلاوت کو ضروری سمجھتے تھے اور اپنے والد ماجد کی وصیت کو پورا کرتے۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کو وصیت کی تھی کہ ہمیشہ باوضو قرآن مجید

کی تلاوت کیا کرو کلام پاک کی برکت سے فائز المرام ہوئے چنانچہ مصحف مبارک کی تلاوت کی مداومت سے آپ کا دل آئینہ کی طرح روشن ہوا آپ روشن ضمیر ہوئے۔ مزار احمد آباد میں ہے۔

## مولانا محب اللہ بالاپوری رحمۃ اللہ علیہ

اپنے عم بزرگوار مولانا محمد سعید سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم پائی اس کے بعد قرأت کی تکمیل کی۔ آپ قاری خوش الحان تھے۔ قرآن کو نہایت خوبی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مد و تشدید و مخارج حروف کو عمدہ طرح سے ادا کرتے تھے جس سے سامعین نہایت محظوظ ہوتے تھے۔ مولانا محب اللہ اسم بامسمّٰی تھے آپ کو واقعی اللہ تعالیٰ کی محبت تھی آپ کی وفات ۱۱۱۹ھ میں واقع ہوئی۔

### تاریخ رحلت

بحب خدا جان شیریں سپرد ... محبّ ولی سیرت و نیک خو
چو تاریخ نقلش ز دار فنا ... ز قدّ مات فی عشق اللہ تاب جو

## شاہ میراں بخاری رح

حضرت عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں فارحید رآباد ہوئے اور خدمت احتساب پر مقرر کیے گئے گھر پر طلبہ کو علوم و فنون کے درس سے مستفید فرماتے تھے لیکن آخر اس اودھی سے عاجز ہو کر ملازمت سے الگ

ہو گئے اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ باقاعدہ طریقہ قادریہ کے پیرو ہوئے بیجاپور سے اورنگ آباد میں آکر مقیم تھے کہ ماہ شعبان ختم ہونے کے قریب آیا اور ماہ مبارک رمضان کی آمد آمد کے دن قریب آنے لگے۔ سلخ شعبان کو مریدوں میں اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ کوئی حافظِ قرآن مقرر کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سناؤں گا۔ معتقدین خاموش رہے اور تعجب کرنے لگے کہ حضرت حافظِ قرآن نہیں ہیں کیونکر سنائیں گے شام کو جب رویتِ ہلال ہوئی، تو آپ نے رات کو تراویح پڑھائی۔ اور ایک پارہ نہایت قرأت و خوبی کے ساتھ سنایا۔ قرأت تمام قواعد شد و مد کے ساتھ پورے طور سے ادا کی۔ آپ کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔ دن بھر میں ایک پارہ یا سوا پارہ یاد کر لیتے تھے اور رات میں اطمینانِ کامل کے ساتھ سناتے تھے پھر مدت العمر حافظ کلامِ ربانی رہے اور ہر سال ماہ مبارک میں تراویح پڑھاتے رہے۔ وفات ۱۱۲۵ھ مزار شاہ قطبِ عالم کی مسجد متصلِ بارہ دری نواب امیر کبیر شمس الامرا بہادر میں ہے۔

## سید محمد تعظیم ترک رحمۃ اللہ علیہ

تعظیم ترک سے ملقب ہونے کا یہ سبب ہے کہ آپ کسی بڑے سے بڑے شخص کی کبھی تعظیم نہیں کرتے تھے اس پر بھی حکام اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ آپ کے پاس حاضر ہونے کو فخر سمجھتے۔ آپ ہر ایک عہدہ دار کو اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (اللہ عدل و احسان کا

حکم دیتا ہے) کی پابندی کی تاکید فرماتے اور ظلم وستم اور ناانصافی سے منع فرماتے چونکہ آپ کسی سے کچھ لیتے بھی نہ تھے اس لیے امر بالمعروف میں دلیر تھے۔

آپ کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے چونکہ آپ کی عادت مستمرہ تھی کہ اگر کوئی جنازہ آپ کی طرف سے گزرتا تو آپ اُس کی نماز ادا کرتے اور تعظیم کرتے اور خود امام ہوتے۔ کچھ لوگوں نے باہم اتفاق کیا کہ آپ زندوں کی تعظیم تو کرتے نہیں مردوں کی تعظیم کرتے ہیں اس لیے ایک زندہ شخص کو کفن پہنا کے جنازے کی شکل میں آپ کے پاس لے آئے اور کہا کہ آپ اس جنازہ کی نماز ادا کر دیجئے۔ آپ خاموش رہے لیکن اس طرف سے تقاضہ پر تقاضہ ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کسی اور کے پاس لیجاؤ۔ سب نے اصرار کیا آخر آپ حجرہ سے برآمد ہوئے اور جعلی جنازے کے قریب آئے پھر تین مرتبہ سب سے دریافت فرمایا کیا آپ سب صاحب نماز پڑھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں! آپ نے نماز ادا کی سلام سے فارغ ہوئے اور دعا پڑھی سب قہقہہ مار کر مذاق کرنے لگے اور منتظر تھے کہ جعلی مردہ اٹھے مگر اب جو دیکھا تو نقل اصل ہو چکی تھی جعلی مردہ میں حس و حرکت بھی باقی نہ تھی اور زندہ مردہ ہو چکا تھا۔ اب تو سب کے چھکے چھوٹ گئے اپنے فعل پر نادم و پشیمان ہوئے حسرت و افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ شرم و ندامت کے ساتھ حضرت کے پاس آئے اور اپنی گستاخی کی

معافی چاہی آپ نے فرمایا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اب اس کا زندہ ہونا محال ہے میں بری الذمہ اور مرفوع القلم ہوں اس کی جوابدہی تمہارے سرہوگی۔ مزار اندرونِ حصار شاہ پور دروازے کے قریب ہے۔

وفات ۱۱ ذیحجہ ـــــہ۔

## شاہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

اوائلِ عمر میں قرآن مجید کی تعلیم ختم فرمائی، اور شریعت کے پابند بن گئے، سلسلۂ نقشبندیہ اور طریقۂ قادریہ ہر دو میں بیعت ہوئے اور اپنا حال چھپانے کے لیے ایک امیر کے یہاں ملازمت بھی اختیار کرلی۔

آپ فرماتے تھے کہ قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ میں جو کچھ نصیحت کرتا ہوں وہ بھی اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہے تو تعمیل کرو ورنہ رد کردو۔

شریعتِ محمدی کا ہر امر میں لحاظ فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ شریعت کا ترک گمراہی ہے۔

آپ کا مزار محلہ اردو واقع شہر حیدرآباد میں ہے۔ وفات ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ۔

## میر شجاع الدین حسینی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن شریف قرأت کے ساتھ عمدہ لہجہ میں پڑھتے تھے۔ آپ کی توجہ

سے اکثر لوگ حافظِ قرآن ہوئے۔

مزار بیرون بلدہ میر جملہ کے تالاب کے قریب ہے۔ وفات روز جمعہ ۱۲ محرم ۱۲۶۵ھ۔

## شاہ سلیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ علمِ قرأت میں استاد تھے۔ اور خوش الحانی میں بے نظیر کہتے ہیں کہ جب آپ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو طیور و وحوش آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور ایسی بیخودی کا عالم طاری ہوجاتا کہ خوشنویس بھی تھے۔ اکثر اوقات قرآن شریف لکھتے رہتے۔ صاحبِ مشکوٰۃ النبوہ لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کا لکھا ہوا قرآن مجید دیکھا ہے نہایت عمدہ اور تحفہ تھا۔ وفات ۷ ربیع الثانی ۱۱۱۷ھ۔

## شیخ یحیٰی چشتی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اولاً قرآن شریف کو ختم کیا ثانیاً حفظ فرمایا اس کے بعد کتب درسیہ علوم متعارفہ و فنونِ متداولہ کی تکمیل کی ۱۰۳۰ھ کے بعد کمال باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں بھی درجہ کمال کو پہنچے۔

ذریعہ معاش پہلے سرکاری فوج میں ملازمت تھی لیکن خلاف شریعت بے احتیاطیوں کو دیکھ کر ترکِ ملازمت اختیار کی اور گوشہ نشین ہوگئے

اپنے دادا کی جگہ پر سجادہ نشین تھے، درس و تدریس ہدایت و تلقین اور اپنے مریدوں اور طالبین کی تعلیم و تربیت میں ہر وقت مشغول رہتے۔ بڑا التزام اس کا تھا کہ خانقاہ کے احاطہ سے باہر قدم نہیں رکھا فرادیس کے مؤلف نے لکھا ہے کہ ۱۰۸۵ھ میں عالمگیر بادشاہ نے آپ کے اوصافِ حمیدہ سن کر ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور شیخ نظام کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور تشریف آوری کی درخواست کی آپ نے انکار کیا، پھر دوبارہ کہلا بھیجا کہ میں خود حاضر ہوتا مگر میں نے والدِ ماجد سے وعدہ کیا ہے کہ کسی درویش کے مکان پر نہیں جاؤنگا معذور ہوں خلافِ عہد نہیں کر سکتا۔ آپ تشریف لائیے اور مجھ کو مشرف فرمائیے۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ باپ کا عہد نہیں توڑ سکتے اور میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ کسی بادشاہ کے ہاں نہیں جاؤنگا۔ اب میں خدا سے کیونکر عہد شکنی کروں عالمگیر بادشاہ آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ پھر کیا آپ کی نسبت اعتقاد میں اور زیادتی ہو گئی۔ جمعہ کا روز اشراق کا وقت حضرت کی فرصت کا ہوتا تھا۔ بادشاہ نے معلوم کرایا اور شکار کو جاتے ہوئے پہلے مسجد میں آیا۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد مع شیخ نظام کے حضرت کے حجرہ کا رخ کیا۔ آپ نے چند قدم بڑھکر استقبال کیا مگر بادشاہ نے سبقت کر کے السّلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السّلام کہا، باہم مصافحہ ہوا پھر بیٹھ گئے ادھر شیخ نظام بادشاہ پر اور ادھر شیخ عبدالرشید

حضرت پر حضور سے تمکن رائی فرما رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا مجھ کو کوئی ذکر و شغل تلقین فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ اے ایمان والو اللہ کا بہت ذکر کرو، بادشاہ نے کہا کونسا ذکر ارشاد ہوا افضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر سوال کیا کون سے وقت فرمایا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے یعنی ہر حال میں۔ ایک روایت میں تُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا یاد کرو اللہ کو صبح و شام کہتے ہیں کہ بادشاہ جب رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کے بموجب ہم پر آپ کی اطاعت واجب ہے۔ مراد اس تقریب سے کنایۃً یہ تھی کہ دوبارہ تشریف لانا ضرور نہیں۔ آپ کی ولادت ۲۰ رمضان المبارک ۱۰۱ھ مدت عمر نو دو سال ۵ ماہ تھی۔

"رضی" سال ولادت اور "رضی اکمل" سال وفات ہے۔

## خواجہ محمود گاوال رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمود گاوال امیر کبیر بھی تھے، نظام سلطنت کے ماہر بھی تھے، عالم بھی تھے اور ان سب کے علاوہ فقیر دل بھی واقع ہوئے تھے اس لیے مورخ ان کو جس صفت میں چاہے جگہ دے سکتا ہے کیونکہ ان کی جگہ پہلے ہی سے ہر جگہ موجود ہے۔ خواجہ کے اجداد شاہان

گیلان کے وزرا کے طبقہ میں شریک تھے۔ خواجہ کی پیدائش قریۂ قاوان علاقہ گیلان میں ہوئی، والد کا نام خواجہ محمد تھا، خواجہ کی تعلیم عمدہ طرح سے ہوئی تھی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے عم بزرگوار خواجہ شمس الدین والی گیلان کے وزیر کی توجہ سے امور سلطنت میں دخیل ہوئے اور کافی معلومات و دسترس حاصل کی مگر کچھ دنوں کے بعد ایسے لوگ سلطنت کے ارکان ہوئے جس کی وجہ سے خواجہ کو وطن سے بے وطن ہونا پڑا۔ اگرچہ شاہان عراق و خراسان نے وزارت کی ترغیب دی مگر خواجہ کی عالی ہمتی نے اس کو قبول نہ کر کے تجارت اختیار کی اور اس سلسلہ میں سیر و سیاحت کا خوب موقع ملا، خصوصیت کے ساتھ علما و صلحا اور مشائخ عظام کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے جو خواجہ کی طینت کے عین مطابق تھا۔ چالیس برس کی عمر میں عازم ہندوستان ہوئے حضرت شاہ محب اللہ و دیگر مشائخ سے ملنے کی غرض سے محمد آباد بیدر میں جب آئے تو سلطان علاء الدین بہمنی نے باصرار ایک ہزاری منصب سے نواز کر طبقۂ امرا میں شریک کیا اس کے بعد خواجہ نے مختلف عہدوں پر ممتاز ہو کر سلطنت بہمنیہ کی خدمات انجام دیں۔ یہاں تک کہ نظام شاہ کے عہد میں خواجہ محمود گاواں جملۃ الملک اور وزیر کل ہوئے اور سلطان محمد شاہ بہمنی ثانی کے عہد میں خلعت خاص و خطاب خواجۂ جہاں و منصب امیر الامرائی اور وکالت امور شاہی سے سرفراز ہو گئے، فرامین شاہی میں اس طرح لکھا جاتا تھا۔

"مخدوم جہانیاں معتمد درگاہِ سلطان آصف"

"جم نشاں، امیر الامرا، ملک نائب مخدوم جہاں"

مگر حیف ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں خواجہ کا عروج کمال کو پہنچکر نشیبِ زوال میں ایسا گرا جو حکّام رسی کے خواہشمندوں کیلئے درسِ عبرت ہے۔

# شہادت

خواجہ محمود گاواں کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے مالا مال فرمایا اس میں سے اس کی "شہادت" بھی ہے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ خواجہ کی قابلیت، شہرت وعزت اور حسنِ انتظام نے حاسدین کا ایک گروہ پیدا کر دیا جو طرح طرح سے اس فکر میں تھے کہ اپنے لیے راستہ صاف کریں اور خواجہ کا وجودِ باجود دنیا میں باقی نہ رہے چنانچہ خواجہ کے مہردار کو تا کا اور دھوکے سے ایک کاغذ پر مہر کرائی یہ ایک خط تھا جو رائے اڑیسہ کے نام لکھا گیا تھا جو محمد شاہ کا حریف تھا اور جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"محمد شاہ رات دن شراب خواری میں مصروف رہتا ہے۔

اور ہم تمام لوگ اس کے ظلم وستم سے بیزار و بد دل ہیں ملک دکن آپ کی ادنیٰ توجہ سے مسخر ہوگا کیونکہ راجمندری کی سرحد پر کوئی ہوشیار سردار موجود نہیں ہے جس وقت آپ بغیر مزاحمت ومدافعت کے دکن میں داخل ہو جائیں گے تو چونکہ اکثر امرا،

میرے کہنے میں رہیں میں بھی ہر طرف سے مخالفت برپا کرادونگا
پھر بادشاہ کو نکال کر باہم ملک دکن کو تقسیم کرلیں گے"

جب یہ جعلی دستاویز مرتب ہوچکی تو موقع سے بادشاہ کے حضور میں پیش کردی گئی، محمد شاہ خواجہ کی مہر پہچانتا تھا دیکھتے ہی پریشان ہوا ملک حسن نظام الملک بحری جوان سازشیوں کا سرغنہ تھا اس کی بروقت مخالفانہ تقریر نے آگ پر تیل کا کام دیا بادشاہ اختیار سے بے اختیار ہوگیا اور بغیر تحقیقات کے خواجہ کو اسی وقت دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

خواجہ کے رفقا اس بات پر مطلع ہوئے اور خواجہ پر حقیقت حال کو ظاہر کرکے مشورہ دیا کہ برائے خدا آج آپ دربار کے جانے کو کسی طرح ٹال دیں مگر خواجہ کو اپنی بے گناہی کا ایسا زبردست نشہ چڑھا تھا کہ اس کو کوئی ترشی اتار نہ سکی۔ یہاں تک کہ چند امرا نے جو خواجہ کے رفیق تھے کہلا بھیجا کہ حالت دگرگوں ہے ہمارے تحت کی فوج حاضر ہے اگر آپ گجرات کا قصد فرمائیں تو ہم سب ہمرکابی کو حاضر ہیں لیکن خواجہ کو اول تو اپنی بے گناہی کا یقین تھا دوسرے اس کو یقین نہیں آتا تھا کہ بادشاہ دم بھر میں میری تمام عمر کی خدمات و وفاداری کو بھول جائیگا اور اگر اس کا منصوبہ ہی دوسرا ہے تو اب آخری وقت میں جان چھپا کر بھاگنا میری شان کے خلاف ہے۔

چون شہید عشق در دنیا و عقبی سرخروست
خوش دمے باشد کہ یار کشتہ زین میدان برند

القصہ خواجہ اسی وقت دربار میں حاضر ہوا، سلطان محمد شاہ نے دیکھتے ہی

خواجہ سے پوچھا۔

سلطان محمد شاہ! اگر کوئی شخص اپنے مالک سے نمک حرامی کرے اور یہ نمک حرامی ثابت ہو جائے تو اس کی کیا سزا ہے؟

خواجہ محمود گاوان! اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ایسے بدبخت نمکحرام کی سزا قتل کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

سلطان محمد شاہ! یہ دیکھو تمھارا خط ہے۔

خواجہ محمود گاوان! سُبحٰانَکَ ھٰذٰا بُھتَانٌ عَظِیم۔ میری یہ مہر ضرور ہے لیکن خط میرا نہیں ہے۔

سلطان محمد شاہ نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے تفتیش کے ابتدائی امور کی بھی پروانہ کی "فوراً" جوہر نام حبشی جلّاد کو خواجہ کے قتل کا حکم دیا۔

خواجہ نے بادشاہ سے چلتے وقت کہا میرا قتل بظاہر نہایت ہی آسان ہے لیکن ایک تو اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بادشاہ بدنام رہیگا۔ دوسرے دکن کا ملک خراب و ویران ہوگا۔

آخر وہ وقت آ گیا کہ سلاطینِ بہمنیہ کا پینتیس سالہ خادم وخیر خواہ اور انکو درجہ عروج کو پہنچانے والا، نظام شاہ اور محمد شاہ کو اپنی آغوش محبت میں پالنے والا ان مفتریوں کی سازش وحسد کی بدولت جن کو اس نے خود گوشۂ گمنامی سے باہر نکالکر مناصب دلوائے تھے۔ قتل گاہ میں لایا گیا اور ۵ صفر ۸۸۶ھ کو جام شہادت سے سیرب کیا گیا۔

خواجہ کا رخ قبلہ کی طرف دل متوجہ الی اللہ اور زبان پہ کلمہ لا الہ الا اللہ

جاری تھا کہ اسی حالت میں تلوار کا وار پڑا جس پر خواجہ نے بے اختیار
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَۃِ الشَّہَادَۃ کہا اور ساتھ ہی سر گردن سے
جدا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

## تاریخ از ملا عبدالکریم ہمدانی

شہیدِ بے گنہ مخدومِ مطلق     کہ عالم را ز جودش بود رونق
وگر خواہی تو تاریخِ وفاتش     فرو خواں قصۂ قتل بہ ناحق

---

سالِ فوتش گر کسے پرسد بگوے     بے گنہ محمود گاواں شد شہید

خواجہ کے قتل کے بعد خواجہ کے گھر کی تلاشی لی گئی ملازمین پر
مال و زر اندوختہ کے بتلانے میں بہت سختی سے کام لیا گیا، چنانچہ
خواجہ کا دیوان نظام الدین حسن گرفتار کیا گیا، بادشاہ نے اس سے
دریافت کیا۔

بادشاہ! خواجہ کے نقود و جواہرات کہاں ہیں؟ حاضر کرو۔
خزانچی! حیران ہو کر، اگر جاں بخشی ہو تو عرض کروں۔
بادشاہ! اگر صحیح صحیح بتایا تو خلعت و انعام سے سرفراز کیا جائیگا۔
خزانچی! اے بادشاہ، خواجہ کا خزانہ دو حصے پر منقسم تھا ایک
حصہ کا نام خزانہ شاہی تھا جس سے سپاہ کی تنخواہیں دیجاتی تھیں
اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ کا خرچ چلتا تھا اس وقت اس میں تین سو لاری ہیں۔

(جس کو پانچ یا چھ آنے کے مساوی سمجھنا چاہیئے) اور اس کے علاوہ تین سو ہمن موجود ہیں۔

خزانہ کا دوسرا حصہ جس کا نام خزانۂ درویشاں تھا، اس سے خیرات دی جاتی تھی اور مفید عام کام کیئے جاتے تھے، اس خزانے میں تین سو لاری کا بدرہ بند جا مہر لگا ہوا حاضر ہے۔

بادشاہ کیا عوام کے خیال کے خلاف خزانہ کی یہ حالت نہایت معمولی تھی اس لیے زیادہ پرسش کی گئی تو معلوم ہوا کہ جب خواجہ کے پاس باہر سے روپیہ آتا تھا تو شاہی ہاتھی گھوڑوں اور سپاہیوں کے لیئے خرچ لیکر باقی خزانۂ شاہی میں داخل کیا جاتا تھا اور کچھ بقدر قلیل فقرا و مساکین کو دیا جاتا تھا، خواجہ اس میں سے اپنی ذات کے لیئے ایک حبہ بھی نہ لیتا تھا، اور جو چالیس ہزار لاری ایران سے اپنے ہمراہ لایا تھا اس سے تجارت کا سلسلہ جاری تھا جس کو اس کے ملازمین انجام دیتے تھے۔ اس سے جو نفع ہوتا تھا اس میں اپنے خرچ کے لیے صرف بارہ لاری لیتا تھا۔ باقی اپنے اعزہ و احباب اور مشائخ و فقرا کو دیتا تھا۔

پھر خواجہ کے دوسرے ملازمین بلائے گئے اور الگ الگ محاسبہ شروع ہوا، میر فرش نے عرض کیا بیدر میں نہ کوئی فرش ہے اور نہ مسند و تکیہ ہے، مگر چند بوریئے مسجد و مدرسہ میں بچھے ہوئے ہیں کیوں کہ خواجہ کا فرش بوریا ہی تھا۔

پھر باورچی طلب کیا گیا اُس نے اظہار کیا کہ خواجہ کا کھانا مٹی کی ہانڈی میں پکا کرتا تھا، وہ ہانڈی یہاں موجود ہے۔ کتب خانہ کے داروغہ نے کہا کتب خانہ میں تین ہزار مجلدات موجود ہیں مگر یہ مال وقف ہے جو طلبہ کے مصرف کے لیے ہے اس میں خواجہ کا کوئی حق نہیں ہے۔

محمد شاہ بہمنی کو جب یہ سب حالات معلوم ہوئے تو اس کو خود قائل ہونا پڑا کہ خواجہ اہل اللہ میں سے تھا، جو کچھ ہوا ہے وہ مفسدین کی مفسدہ پردازی سے ہوا ہے۔

مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔

بادشاہ نے خواجہ کا تابوت محمد آباد بیدر کو روانہ کیا، اور اس تالاب کے قریب دفن کیا گیا جو رفاہ عام کے لیے خواجہ نے بنوایا تھا۔ فاتحہ سوم میں بادشاہ نے شاہزادہ محمود خاں کو معہ ارکان دولت و امرائے سلطنت بھیجا۔

خواجہ جامع صفات تھا، علوم و فنون کے زیور سے آراستہ، علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل تھی، ریاضی و طب میں بھی شہرت تھی نظم و نثر انشاء اور حساب میں بے نظیر، خوش خطی میں خطاط کا درجہ حاصل تھا، خواجہ کی تالیف و تصنیف سے نظم و نثر کی کتابیں ہیں۔

خواجہ کا نام دور دور تک مشہور ہے۔ دکن میں اسلامی آبادی بڑھ چکی تھی، مسلمانی حکومت کا قیام عمل میں آنے کی وجہ سے مسلمانوں کا تمدن بھی پھیل چکا تھا، لیکن علمی دور ابھی نہیں آیا تھا، جس کو اسی مرد بزرگ نے

پورا کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اخیر عمر میں دکن کو دار العلوم فنون بنانے کے لیے اس نے بیدر میں ایک عالیشان مدرسہ کی بنا رکھی، جس کی عمارت کئی سال میں پایۂ تکمیل کو پہونچی۔

علاوہ دیگر خوبیوں کے اس عمارت کے کمرے اس شکل میں بنائے گئے تھے کہ درس کے وقت ایک کمرہ کے طلبہ کی آواز دوسرے کمرے والوں کے لیے خلل کا باعث نہ ہو۔

مدرسہ کا منار جو سو فٹ بلند ہے، اس پر کلام اللہ شریف کی آیتیں سبز اور زرد زمین میں سفید حرفوں میں لکھی ہوئی ہیں نیز مدرسہ کی اندرونی دیواروں پر چینی نقوش میں جلی خط سے نیلی زمین پر سفید حرفوں میں کلام اللہ پاک کی بہت سی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

## تاریخ بنائے مدرسۂ محمود گاوان رحمۃ اللہ علیہ

| | |
|---|---|
| ایں مدرسۂ رفیع و محمود بنا | چوں کعبہ شدہ است قبلۂ اہل صفا |
| آثار قبول ہیں کہ شد تاریخش | از آیت ربنا تقبل منا |

# حضرت سید عمر صاحب قدس سرہٗ

آپ کے والد ماجد حافظِ قرآن تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ کے والد بھی حافظِ قرآن تھے۔ ماں باپ کا سایہ اُٹھ جانے کے بعد یہ اپنے چچا حضرت حافظ قاری سید شاہ محمد صدیق رحمۃ کے زیر سایہ آ گئے انہیں سے قرآن حفظ کیا۔ خوش خلق، خندہ پیشانی منکسر المزاج تھے۔ جس طرح لباس معمولی تھا اسی طرح غذا بھی سادہ تھی۔

آپ کثیر التصانیف ہیں فن تجوید میں شاطبی کا ترجمہ اس طرح نظم فرمایا کہ ہر شعر کو شعر ہی میں ختم کیا ہے۔ قرآن شریف کے نصف آخر کی تفسیر "تفسیر قادری" کے نام سے کئی سال تک ماہانہ رسالہ کی شکل میں شائع فرماتے رہے اور مکہ مسجد کے وعظ میں شروع چودہ پاروں کی تفسیر زبانی ختم فرمائی۔

آپ کی وفات بعد نماز تہجد صبح صادق جمعہ کے دن ۲ صفر سنہ ۱۳۳۰ھ کو ۸۴ سال کچھ ماہ کو واقع ہوئی لوگ کثرت کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوئے۔ قادری چمن میں تدفین عمل میں آئی

کیفی حیدرآبادی مرحوم نے کہا ہے۔

| بر وفات مولوی سید عمر شاہ قادری | آسماں راہی ستر دار حشیم کو کب گری |
| --- | --- |

# سلاطینِ دکن اور قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علاؤالدین حسن گنگوئی بہمنی خاندان ملوک غوریہ سے قرابت رکھتا تھا، خاندان پر تباہی کے بعد ملتان پھر ملتان سے عازم دہلی ہوا جہاں گانگو پنڈت کا مشہور واقعہ پیش آیا، لکھا ہے کہ صبح کے وقت دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے پہنچا اس وقت جمنا کے بہتے پانی سے وضو کر کے صبح کی نماز ادا کی اور خدا کی شکر گزاری میں زمین پر سر رکھا، راستہ کی تکان تھی اور صبح کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی نیند آگئی آفتاب طلوع ہو رہا تھا کہ گانگو پنڈت جمنا کے کنارے غسل کے لیے آیا۔ دیکھا کہ ایک ہونہار نوجوان سو رہا ہے اور ناگ سایہ فگن ہے قیافہ سے معلوم کیا کہ آگے چلکر اسکی قسمت کا طالع بیدار ہونے والا ہے پنڈت حسن اخلاق و ہمدردی سے حسن کے سرہانے آیا اور حسن کو جگایا۔ اور لطف و محبت سے پرسان حال ہوا، حسن نے اپنی پریشانی بیان کی۔ گانگو پنڈت نے کہا آپ ہمارے مہمان ہیں غریب خانہ پر چلیئے، حسن نے پنڈت کا شکریہ ادا کیا اور مہمانی قبول کی۔

گانگو پنڈت حسن پر غیر معمولی شفقت فرماتا رہا، ایک عرصہ گزر جانے کے بعد حسن نے پنڈت سے کہا، اے مہمان نواز! میں بیکار بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہوں مجھ سے کوئی کام لیجئے، تاکہ میری دلچسپی کا باعث ہو، پنڈت نے کہا، آپ میرے باغ میں جائیے وہاں مزدور قلبہ رانی کر رہے ہیں آپ ان کی نگرانی کیجئے، حسن نے نہایت خوشی سے اس کام کو اختیار کیا، ہر روز صبح باغ میں جاتا اور شام کو واپس ہوتا، چند روز تک یہی سلسلہ رہا ایک دن مزدوروں نے اطلاع دی کہ ہل کے سرے میں ایک آہنی زنجیر پھنسی ہے جو ایک دیگ کے منہ پر آویزاں ہے، آپ چلکر ملاحظہ فرمائیے، حسن نے معلوم کیا تو دیگ طلائی اشرفیوں سے بھرا ہوا ہے، شام میں جب پنڈت کے گھر پر واپس آیا تو ان اشرفیوں کو بھی لیتا آیا اور پنڈت کے حوالہ کیا، پنڈت حسن کا پہلے ہی سے شیدا تھا اب اس کی گرویدگی کی انتہا نہ رہی۔

گانگو پنڈت شاہی منجم تھا، اس لئے دوسرے دن شاہزادہ محمد تغلق سے سارے واقعہ کا اظہار کیا، اور شہزادے کے حکم سے حسن کو درباری لباس سے آراستہ کر کے حضوری میں باریاب کیا، پھر شہزادہ محمد تغلق نے خود ہی اپنے والد ماجد سلطان غیاث الدین تغلق کی خدمت میں پیش کیا اور حسن کی دیانت و امانت داری وغیرہ بیان کی جس پر سلطان نے اسی وقت حسن کو ایکصدی منصب سے سرفراز کیا،

پنڈت نے ایک دن حسن کی آئندہ ترقیوں کا زائچہ درست کر کے

معلوم کیا کہ یہ جوان سلطنت کے درجہ کو پہنچے گا حسن کے دریافت کرنے پر پنڈت نے اس شرط پر یہ خوشخبری سنائی کہ جب آپ سلطنت حاصل کریں تو میرا نام بھی اپنے نام کے ساتھ شریک کریں چنانچہ آگے چلکر ایسا ہی ہوا اور حسن کے خاندان سے جتنے سلاطین ہوئے سب سلاطین بہمنیہ کہلائے۔

سلطان مشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے یہاں عام دعوت تھی، خود بادشاہ بھی شریک تھا جب بادشاہ فارغ ہوکر جاچکا تو اخیر میں حسن بھی پہونچا، ابھی خانقاہ سے باہر ہی تھا کہ حضرت سلطان المشائخ نے زبان مبارک سے فرمایا،

"بادشاہے رفت و دیگر بادشاہ آمد" حسن نہایت ادب سے تسلیم کر کے قدمبوس ہوا، آپ نے دعائے خیر پڑھکر اپنے دستِ مبارک سے ایک کلچہ عنایت فرمایا اور کہا یہ تاجِ سلطنت ہے۔

حسن کو اولیا اللہ سے خاص عقیدت تھی، جب مقام گنجی میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت شیخ سراج جنیدی قدس سرہ مسجد کی تعمیر کرا رہے ہیں اور خود بھی مزدوروں کے ساتھ کام میں شریک ہیں حسن نے بھی چونے سے بھری ہوئی ایک ٹوکری سر پر اٹھالی اور نزدیک پہنچا حضرت شیخ نے مسکرا کر فرمایا "حسن سلطنت کا بوجھ سر پر اٹھاتا ہے" اسی طرح ظہر کے وقت حضرت شیخ جب وضو فرمانے لگے تو دھوپ سے بچانے کے لیے حسن نے آڑ کرلیا، حضرت شیخ نے فرمایا "حسن ہم سے چترشاہی چاہتا ہے"

القصہ بفحوائے قانون قدرت تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اور تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ حالات کچھ اسی طرح کے رونما ہوئے کہ وہی جو کل تک حسن تھا سلطان حسن گنگو بہمنی بنا اور اس کا آغاز قلعۂ دولت آباد قطب الدین مبارک شاہ خلجی کی مسجد میں شیخ سراج الدین جنیدی کے ہاتھوں جلوس کے ذریعہ ۲۴ ربیع الاول ۷۴۸ھ روز جمعہ کو ہوا اس کے بعد حسن آباد گلبرگہ مستقل طور پر دارالسلطنت قرار پایا۔

ملحقات کے مولف نے لکھا ہے کہ مشہور قاری جزری کا ایک نامور شاگرد سلطان حسن گنگوئی بہمنی کے دور حکمرانی میں عرب سے گلبرگہ میں آیا، قاری صاحب جس وقت بادشاہ کے حضور میں پہنچے تو سلطان نے قرآن مجید سننے کا اشتیاق ظاہر کیا اور قرأت سنکر بہت خوش ہوا قاری صاحب کی بڑی تعظیم و تکریم کی یہانتک کے اپنے فرزندوں کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا۔ قاری صاحب بادشاہ کی یہ قدردانی دیکھ کر اور بھی خدمتِ قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوئے، چنانچہ بادشاہ کے لیے ایک قرآن شریف کا نسخہ اپنے ہاتھ سے ہفت قرأت میں لکھا، جسکی جدولیں سنہری اور یاقوتی روشنی کے بیل بوٹے حاشیہ پر تھے۔

قاری صاحب کی توجہ سے قرآن مجید کی کتابت جب اس شان کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تو بادشاہ کو تحفۃً عنایت کیا، بادشاہ قرآن مجید کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوا، سر اور آنکھوں پر رکھا اور قاری صاحب

کی خدمت میں ہنوں کا ایک بدرہ گزرانا۔

مشہور ہے کہ قرآن شریف کا یہ نادر نسخہ شہید ٹیپو سلطان والیِ مدراس کے کتب خانہ میں تھا جو معلوم نہیں اب کہاں پہنچ گیا ہوگا، قاضی القضاۃ مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے اس کی نقل کرائی تھی، جو اب تک حیدرآباد کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے۔

اس سلطان نے رفاہ عام کے بہت کام کیے نیک کاموں میں بہت کچھ خرچ کیا، آخر پیمانۂ عمر لبریز ہوا، اور ۲۴ ربیع الاول ۷۵۹ھ کو صبح کے وقت مرحوم ہو گئے۔ فاتحہ سوم کے لیے فرزند اور اعزہ و اقارب کے علاوہ علماء، مشائخ، قضاۃ اور امراء و وزراء بیرون قلعۂ گلبرگہ مقبرہ میں جمع ہوئے، قرآن خوانی ہوئی اور دس بجے تک متعدد قرآن ختم کیے گئے۔ ختم قرآن کے بعد سب نے فاتحہ خیر کی رسم ادا کی۔

# محمد شاہ بہمنی

دین محمدی کے رواج عام کا عاشق تھا، اس کے دربار میں بڑے بڑے امراء یہاں تک کہ وکیلِ سلطنت بھی دست بستہ کھڑے رہتے تھے، مگر علماء اور مشائخ کو بیٹھنے کی اجازت تھی، دکن میں نوبت کی رسم اسی بادشاہ کے وقت سے جاری ہوئی، نیز طلائی، نقرئی اور مسی اسلامی سکّے بھی دکن میں اسی کی ایجاد سے ہیں۔

ظہر کی نماز ہوتے ہی دربار برخاست کر کے نماز کی تیاری کرتا تھا

دکن کے جملہ مشائخ نے بادشاہ کی بیعت کی تھی مگر حضرت شیخ زین الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو بوجوہ چند انکار تھا، لیکن بادشاہ کا اصرار برابر جاری تھا، جب محمد شاہ دولت آباد گیا تو حضرت شیخ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ یا تو میری بیعت کا اقرار کیجئے یا میری مجلس میں تشریف لائیے حضرت شیخ نے بیعت سے انکار کی وجہ میں حسب ذیل نقل لکھ کر روانہ کی۔ نقل ہے کہ تین مسلمان کفار کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے ان میں سے ایک دانشمند تھا، دوسرا سید اور تیسرا مخنّث کفار نے یہ بات قرار دی کہ ان کو بت خانہ میں لیجائیں اور بتوں کے سامنے سجدہ کرائیں ان میں سے جو انکار کرے اس کو قتل کر دیا جائے، سب سے پہلے دانشمند کی باری آئی اس نے فوراً سجدہ کر لیا، پھر سید نے بھی اس کی تقلید کر کے جان بچائی، لیکن جب مخنّث کی نوبت آئی تو اس نے کہا میں تمام عمر ناشائستہ فعلوں میں مبتلا رہا ہوں، نہ دانشمند ہوں نہ سید، میں کس کی حمایت کی امید پر سجدہ کروں، میں ایسا ہرگز نہیں کرونگا میرے نزدیک قتل ہونا سجدہ سے زیادہ آسان ہے، پس اے بادشاہ مخنّث کی نقل فقیر کے حسب حال ہے، میں اس وقت تک آپ کی بیعت کرونگا نہ آپ کی مجلس میں آؤنگا جب تک آپ پوری طور پر منہیات کو اپنی سلطنت سے دور نہ کریں گے، آپ خود ان سب سے توبہ کریں اور اپنی سلطنت کے اندر سے شراب خانہ وغیرہ کو اٹھائیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قضاۃ اور صدور کو فرمان دیں پھر مجھے

آپ کی بیعت میں تامل نہ ہوگا بلکہ اس وقت زین الدین فقیر سے زیادہ بادشاہ کا کوئی دوست نہ ہوگا، ساتھ ہی یہ رباعی پڑھی

## رباعی

تا من بزیم بجز نکوئی نہ کنم　　جز نیکدلی و نیک خوئی نہ کنم
آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند　　تا دست رسد بجز نکوئی نہ کنم

بادشاہ پر شیخ کی صداقت کا ایسا اثر ہوا کہ شراب فروشوں کی تمام دوکانیں ممالکِ محروسہ سے موقوف کیں اور اسی وقت سے شرعِ محمدی کے رواج میں کوشش کرنے لگا اور حضرتِ شیخ سے مکاتبت مراسلت کا سلسلہ جاری کیا اور ہمیشہ نیازمندی و حسنِ عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔

ملکہ جہاں یعنی والدہ محمد شاہ جب حرمین شریفین گئی ہیں تو محمد شاہ نے اس کے لیے دل کھولکر تیاری کی ہے، چار سو من خالص چاندی ساٹھ من سونا غیر مسکوک ہون، پرتاب وعلائی اشرفیاں کئی لاکھ اور ان کے علاوہ زر و جواہر ملکہ جہاں کے ہمراہ روانہ کی گئیں، تاکہ حرمین شریفین میں خیرات و صدقات میں صرف کی جائیں ہمرکابی میں صدر الشریعت سمرقندی اور معین خاں خواجہ سرا تھے نیز پانسو سپاہ محافظ بھی ساتھ تھی، اور ان سب کے اخراجاتِ سفر اور خرچ شاہی خزانہ سے مقرر کیے گئے۔

محمد شاہ میں دوسرے اوصافِ حمیدہ بھی تھے، اس نے اپنے

باپ سلطان حسن گنگوئی بہمنی کے مزار پر ایک عالیشان گنبد تعمیر کیا۔ اور دوسو حافظ قرآن پاک کی تلاوت کے لیئے مقرر کیئے، تلاوت کے وقت عود و عنبر اس قدر استعمال ہوتا تھا کہ فضا خوشبو سے مہک اٹھتی تھی، ہر روز متعدد ختم قرآن ہوتے تھے، اور حفّاظ کے لیے تنخواہیں مقرر تھیں اور اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے تھے،

محمد شاہ نے اپنے والد مرحوم کے قائم کردہ مدارس اور لنگر خانوں کو اضافہ کے ساتھ بحال رکھا، اور ممالک محروسہ کے قصبات و دیہات میں مسجدیں تعمیر کرائیں، اور ہر ایک مسجد کے لیے امام و موذن اور مُلا مقرر کیے، ان کے لیے ماہواریں اور مساجد کے لیے اوقاف سے یومیہ جاری کیا۔ (وفات ۹ ذیقعدہ ۷۷۶ھ جائے دفن گلبرگہ)

## راجہ دیورائے

قرآن تمام دنیا کے لیے ہے اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کی عظمت ہر قوم کے اندر پائی جائے اور اس کی خدمت کا ولولہ مسلمانوں کے علاوہ غیر قوموں کے افراد میں بھی نظر آئے۔

راجہ دیورائے بیجانگر کا حکمراں تھا اس راجہ نے اپنے عہد میں مسلمانوں کو خاص طور پر اپنی فوج میں بھرتی کیا تھا، مسجدیں بھی تعمیر کرائی تھیں، اس کے حکم سے اسکے دربار میں اس کے سامنے تعظیم کیلئے قرآن مجید ہمیشہ رکھا رہتا تھا، تاکہ لوگ جب دربار میں آئیں تو بجائے

راجہ کے قرآن کو سلام کریں۔

# محمود شاہ

شرع محمدی کا پابند تھا، عدالت کا قانون شرع تھی، قاضی و محتسب اور صدر عدالت وغیرہ میں حکّام شرعی احکام کی بجا آوری پر مامور تھے بادشاہ کبھی کبھی عین اجلاس کے وقت عدالت میں پہنچ جاتا، اور مدعی ومدعا علیہ کے اظہارات کو سنتا تھا،

ایک مرتبہ ایک چالاک عورت زنا کے جرم میں گرفتار ہو کر آئی، جس پر الزام یہ تھا کہ وہ بیک وقت چار مردوں سے تعلق رکھتی ہے قاضی نے عمل شنیعہ کی بابت سوال کیا، اس نے جواب دیا، اے قاضی مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ فعل حرام ہے۔ میرا گمان تھا کہ جس طرح مردوں کو چار عورتوں کی اجازت ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی چار مردوں کے ساتھ تعلق جائز ہے، مجھ سے یہ فعل غلط فہمی اور شبہ کی بنا پر سرزد ہوا۔ اب جبکہ شرع شریف کا حکم معلوم ہوا، آئندہ کبھی ایسا نہیں کرونگی، قاضی صاحب عورت کا جواب سنکر فکر مند ہوئے لیکن بادشاہ نے فوراً کہا، قاضی صاحب اَلحُدُودُ تَندَرِءُ بِالشُّبہَاتِ عورت کو رہا کرنا چاہیے کہ فقہ کا یہی حکم ہے۔

محمود شاہ خود بھی ذی علم تھا اور اہل علم کی قدر کرتا تھا، سادہ کپڑے پہنتا تھا، خزانہ شاہی سے بقدر احتیاج لیتا تھا، یتیموں کے لیے گلبرگہ

بیدر، قندھار، ایلچپور، برار، دولت آباد اور جنیر وغیرہ میں مدارس جاری کیے تھے، اوقاف کی مدسے وظائف مقرر کیے، بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں قرآن وحدیث کی تعلیم کے لیے مدرسین مقرر کیے، واعظین پھر پھر کر دینی مسائل اور اوامر و نواہی سے لوگوں کو واقف کرتے تھے، منہیات سے باز رکھنے کے لیے احتساب تھا، اور اسلام کی اشاعت پر اصرار۔

محمود شاہ نے قرآن شریف اچھی طرح پڑھا تھا، قرأت سے بھی واقف تھا مصری لہجہ میں تلاوت کرتا تھا۔

وفات ۱۷ رجب ۷۹۹ھ جائے دفن نزد گنبد علاءالدین حسن گلبرگہ

# فیروز شاہ بہمنی

فیروز شاہ بہمنی بظاہر بادشاہ و بباطن فقیر تھا، متشرع و متدین اور صوم و صلوٰۃ کا سختی کے ساتھ پابند تھا۔ سلطنت کے کاروبار کا مدار قوانینِ شرعیہ پر تھا جس کو صدور و قضاۃ، مفتی اور محتسب انجام دیتے تھے،

عبادتِ خالق و عدالتِ خلائق سے فارغ ہو کر ایک مجلس خاص منعقد کرتا تھا۔ جس میں ہر طبقہ کے ذیعلم شریک ہوتے تھے، بادشاہ ہر ایک سے بے تکلف ملتا تھا، شگفتہ جبیں و خنداں رو رہتا تھا، مرتبہ شاہی کا لحاظ نہ کر کے جماعتِ مذکورہ کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا تھا، اور

تمام حاضرین مجلس سے کہتا تھا کہ میں جب عدالت میں تخت شاہی پر جلوس کرتا ہوں تو بادشاہی شان میں ہوتا ہوں اور مجبوری خلائق کے ساتھ شاہانہ سلوک کرتا ہوں تاکہ سلطنت کے انتظام میں خلل واقع نہ ہو لیکن جب عدالت سے فارغ ہو کر آپ سب صاحبوں کے ساتھ مجالست اختیار کرتا ہوں تو اس وقت اپنی ذات کو ایسا سمجھتا ہوں کہ میں بھی آپ میں سے ایک ہوں، اس وقت نہ میں حاکم ہوں نہ آپ محکوم ہیں مگر اس مجلس میں کاروبار دنیا کی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اور نہ ہی کسی کی غیبت ہو ان دو امر کے سوا آزادانہ مکالمہ اور بے تکلفانہ بسر کرنے کی اجازت ہے کھانے پینے کے جملہ سامان مہیا ہیں جس کو جو چیز مطلوب ہو سالار خوان سے طلب کرے، یہ جلسہ رات کے دو دو پہر تک رہتا تھا، اور کبھی کبھی ایسا سلسلہ بڑھ جاتا تھا کہ سحر ہو جاتی تھی۔

## سلطان محمود اور حکیم ابوریحان بیرونی کا واقعہ

مولانا محمد اسحٰق سرہندی فیروز شاہی دربار کے ایک معزز رکن تھے مولانا نے اس مجلس خاص کی بے تکلفی کے بارہ میں بادشاہ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ تمام حاضرین کا آپ کے ساتھ بے تکلف ہونا مناسب نہیں چنانچہ سلطان محمود اور حکیم ابوریحان بیرونی کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ بیرونی اپنے فضل و کمال کیوجہ سے سلطان محمود کے مقربین میں داخل تھا، اور بے تکلفانہ بادشاہ سے ملتا تھا اور آزادانہ گفتگو کرتا تھا، بلکہ اکثر اوقات بادشاہ سے

بے پروائی کرتے بیٹھتا تھا اس وجہ سے بادشاہ مکدر خاطر ہوتا تھا، اور چاہتا تھا کہ بیرونی کو عاجز کیا جائے، بیرونی چونکہ علم نجوم کا بھی بڑا ماہر تھا اس لیے بادشاہ نے نجومی خبروں ہی میں اس کو کاذب بنانے کی ٹھانی چنانچہ ایک روز سلطان محمود قلعہ غزنین کے بالاخانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوریحان بیرونی آیا اور آداب شاہی بجالایا، بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ بتلایئے میں اس وقت قلعہ کے چار دروازوں میں سے کس دروازے سے برآمد ہوں گا بیرونی نے اصطرلاب منگوایا اور ارتفاع وطلوع کو درست کرکے جواب ایک کاغذ پر لکھدیا اور کاغذ کو بند کرکے شاہی مسند کے نیچے رکھدیا۔

بادشاہ نے اس خیال سے کہ بیرونی نے چار دروازوں میں سے کسی دروازے کے متعلق حکم لگایا ہوگا، حکم دیا کہ قلعہ کی دیوار ایک جگہ سے شق کردی جائے تاکہ میں بجائے کسی دروازے سے برآمد ہونے کے اس شق شدہ مقام سے باہر جاکر حکیم کو عاجز کروں، ایسا ہی کیا گیا مگر جب کاغذ کو دیکھا گیا تو لکھا ہوا تھا کہ بادشاہ قلعہ کے چار دروازوں میں سے برآمد نہیں ہوگا بلکہ جانب شرق سے دیوار توڑکر برآمد ہوگا،

سلطان محمود کو اس سے اور زیادہ رنج ہوا اور حکم دیا کہ بیرونی کو قلعہ کے بالاحصار سے زمین پر پھینکدیں، مگر اس حکم پر عمل کرنے والوں کو صیغہ راز میں سمجھادیا کہ پائین قلعہ جال آویزاں کردیا جائے تاکہ بیرونی

اور اگر چہ گر کر آہستگی سے زمین پر پہنچے "
بیرونی قلعہ سے پھینکا گیا مگر جال کے سبب صحیح و سالم رہا اس کے بعد
بادشاہ نے بیرونی سے دریافت کیا، کہیئے کیا آپ نے اس واقعہ کو بھی
نجوم سے معلوم کیا تھا، بیرونی نے بے باکانہ جواب دیا، ہاں دیکھا تھا
پھر غلام کے ہاتھ سے کاغذ لیکر بادشاہ کے ملاحظہ کے لیئے دیا جس میں
اسی روز کی تاریخ میں لکھا تھا کہ "آج بادشاہ مجھ کو مکان بلند سے
نیچے گرا دیگا لیکن میں زمین پر صحیح و سالم پہنچونگا۔
سلطان محمود بیرونی کے اس جواب سے اور بھی برافروختہ ہوا
اور حکم دیا کہ اس کو قید کر دیا جائے، چنانچہ بیچارہ حکیم چھ مہینے تک
قیدخانہ میں پڑا رہا جہاں کوئی پرسان حال نہ تھا۔
اتفاقاً ایک دن بیرونی کا غلام بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نجومی
نے اس کو دیکھ کر قریب بلایا اور دو درم نذرانہ لیکر بتلایا کہ تیرا
آقا آج سے تیسرے دن قید سے رہائی پائیگا اور پھر خلعت و انعام
سے سرفراز ہوگا، غلام نے یہ خبر بیرونی کو پہنچائی تو اس نے ہنسکر
کہا افسوس ہے کہ تو مجھ جیسے نجومی کا غلام ہو کر ایک بازاری آدمی
کے قول پر اعتبار کرتا ہے، مگر واقعہ صحیح نکلا کہ اتفاقاً تیسرے دن
حسن میمندی نے موقع پا کر شکارگاہ میں بادشاہ سے علم نجوم کا تذکرہ
کیا، اور اسی سلسلہ میں ابوریحان کا ذکر چھیڑ کر عرض کیا، بیچارہ حکیم
ابوریحان منجم ناحق قیدخانہ میں پڑا ہوا ہے، حالانکہ اس نے حضور کے

دونوں سوالات کے ایسے صحیح جواب دیئے تھے کہ خلعت و انعام کا مستحق تھا
سلطان محمود نے حسن میمندی سے کہا بے شک البیرونی علم نجوم میں بے نظیر ہے، لیکن آدابِ شاہی سے واقف نہیں کہ سلاطین کے مقربین پر واجب و لازم ہے کہ سلاطین کے مزاج سے واقف ہوں، تاکہ مقتضائے حال کے مطابق کلام کریں، سلاطین لڑکوں کے مطابق ہیں تا وقتیکہ ان کے موافق طبع کلام نہ کیا جائے خوش نہیں ہوتے۔
بیرونی کے حق میں بہتر تھا کہ اس کے دو حکم سے ایک حکم اس روز خطا ہوتا، تاہم میمندی کی سفارش قبول ہوئی، اور بیرونی فوراً رہا کیا گیا
حکیم ابو ریحان بیرونی صاحب قید سے رہا ہو کر دربار میں آ رہے تھے کہ راستہ میں وہی بازاری فال بین نظر آیا، جس کو دیکھ کر اپنے غرور پر پشیمان ہوا، دربار میں حاضر ہوتے ہی، خلعت وغیرہ سے سرفراز کیا گیا، پھر محمود نے بیرونی سے بطور عذر خواہی فرمایا کہ اگر آپ میری خوشنودی چاہتے ہیں تو میری مرضی کے موافق عمل کیا کیجئے نہ کہ اپنے علم و فضل کے مطابق۔
فیروز شاہ بہمنی نے ملائے سرہندی کی ساری تقریر سنکر فرمایا کہ ملا صاحب واقعہ نصیحت خیز ہے مگر کوئی ضرور نہیں کہ ہر شخص ایسا ہی ہو، علما و ندما وغیرہ کی آزادی میں دست اندازی ضروری چیز نہیں، خدا نہ کرے کہ اس قسم کی عادت میری طبیعت میں متمکن ہو جائے، میں تو وہی کرونگا جو مجھے پسند ہے؟

# فیروز شاہ بہمنی کا کتب خانہ

ملا محمد قندہاری اور تحفۃ السلاطین کے مؤلفین نے لکھا ہے کہ سلاطین بہمنیہ علم و فضل کے زیور سے آراستہ اور علوم و فنون کے شایق تھے منجملہ دیگر شاہی سامان کے ایک اچھا کتب خانہ بھی تھا۔ جس میں نادر و نادر کتابیں جمع تھیں۔ یہ کتب خانہ اگرچہ بہت بڑا نہ تھا لیکن ندرۃً و قیمتاً گویا جواہرات کا خزانہ تھا۔ جب فیروز شاہ بہمنی سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس وقت اس کتب خانہ کا درجہ اور بھی بڑھ گیا کیوں کہ یہ بادشاہ علم دوست تھا اور نایاب کتابوں کا خصوصیت کے ساتھ فریفتہ تھا ہندوستان کے علاوہ عرب و عجم سے نفیس نفیس اور نادر نادر کتابیں منگوا کر کتب خانہ شاہی میں داخل کرنے کا خاص التزام تھا۔ اسی لئے ملحقات کے مؤلف نے لکھا ہے کہ فیروز شاہ کے زمانہ میں یہ کتب خانہ نوادر کتب سے معمور ہو گیا تھا دیگر علوم و فنون کی کتابوں کے علاوہ قرآن مجید کے نادر نسخے بھی تھے مگر جب سلطنت بہمنی زوال پذیر ہوئی تو اس شاہی کتب خانہ پر بھی زوال آ گیا۔

مندرجہ بالا دعوی کا ثبوت اس زمانہ میں وہ کتابیں ہیں جو بہمنیہ شاہی کتب خانہ کی مہر سے مزین ہیں اور کہیں کہیں دستیاب ہو جاتی ہیں چنانچہ قرآن مجید کا ایک نسخہ نہایت خوشخط مطلا و مذہب زر افشاں کاغذ ۱/۳ گز طولاً تختی پر لکھا ہوا اب بھی موجود ہے جس کی

ایک سطر طلائی روشنائی سے اور دوسری لاجوردی سے لکھی ہوئی ہے
اور اعراب بھی اسی نہج پر لگائے گئے ہیں جس کے ختم پر کتبہ الشیخ
عبدالقادر جیلانی لکھا ہوا ہے۔

یہ قرآن شریف بہمنیہ کی سلطنت منقرض ہونے کے بعد فتح اللہ
عماد الملک صوبہ دار برار کے ہاتھ آیا تھا جو برار کے قلعہ گاویل گڈھ میں
نہایت عظمت و شان سے رکھا ہوا تھا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے
ہر سال ماہ ربیع الثانی میں لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے
مگر جب عماد شاہی سلطنت بھی برباد ہو گئی تو عرصہ تک یہ مصحف قلعہ میں
ویسا ہی عالم گمنامی میں محفوظ رہا۔ مرہٹے گاویل گڈھ کے قلعہ پر جب قابض
ہوئے تو انھوں نے بھی اسکو ضائع نہیں کیا۔ بدستور جہاں تھا وہیں رکھا رہا
ایک عرصہ کے بعد قرآن شریف کا مذکورہ نسخہ نواب صلابت خاں کے
قبضہ میں آیا جو گاویل گڈھ سے لاکر بلدۂ ایلچپور میں عظمت و حفاظت کے ساتھ
رکھا گیا۔ نواب صاحب موصوف کی وفات کے بعد نواب غلام حسن خاں کے
قبضہ میں آیا۔ اس وقت نواب ابو الخیر خاں شمس الامرا بہادر جد امجد نواب
سر آسمانجاہ بہادر کا زمانہ تھا آپ نے نواب غلام حسن خاں سے اسکی خواہش
ظاہر کی۔ خان موصوف نے نواب شمس الامرا بہادر کی خواہش کے مطابق
قرآن شریف کو جمال محمد چاؤش علی غول کے ہمراہ سو دس خادموں کے
بھیجدیا۔ نواب شمس الامرا بہادر مصحف مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے

اور اس نادر الوجود متبرک کو تبرکاً اپنے کتب خانہ میں حفاظت و عظمت کے ساتھ رکھا جو ابتک حیدر آباد میں موجود ہے۔

فیروز شاہ کا معمول تھا کہ ہر روز رُبع جزو قرآن شریف کا اپنے ہاتھ سے خوشخط لکھا کرتا تھا اور جب پورے قرآن مجید کی کتابت تکمیل کو پہنچ جاتی تو اس کو وقف کر کے کسی مسجد یا مدرسہ یا خانقاہ میں رکھوا دیتا، اس کا یہ بھی معمول تھا کہ شنبہ کے دن تفسیر زاہدی کا درس دیتا۔

حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز دہلی سے دکن میں اسی بادشاہ کے زمانہ میں تشریف فرما ہوئے۔

وفات ۱۵ شوال ۸۲۵ھ جائے دفن مقبرۂ آبا و اجداد گلبرگہ۔

## احمد شاہ بہمنی

علم و فضل کی صفت سے موصوف تھا، دربار میں علماء اور مشائخ کو خاص مرتبہ پر فائز کیا تھا، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے احمد شاہ کی بادشاہت کی بہت پہلے خبر دیدی تھی اس لیئے اس کو حضرت سے بہت عقیدت تھی یہی نہیں بلکہ سلاطین بہمنیہ پہلے شیخ سراج جنیدیؒ سے مرید ہوا کرتے تھے لیکن احمد شاہ نے آپ سے بیعت کی اور حضرت پیر کی خانقاہ کے لیئے اس نے بہت کچھ وقف فرمایا۔

احمد شاہ نے بجائے گلبرگہ کے بیدر کو دار السّلطنت قرار دیا جو آج تک احمد آباد بیدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ

ایک دن شکار کرتا ہوا اُس طرف آنکلا صحرا میں ایک لومڑی دیکھی اور شکاری کتوں کو اس پر چھوڑ کر تماشہ دیکھنے لگا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے لومڑی بھاگتی تھی، اور اپنی حفاظت کرتی تھی اور ادھر کتے تعاقب کررہے تھے لیکن لومڑی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تھی آخر جب عاجز ہوئی تو کتوں پر حملہ آور ہوئی، بادشاہ لومڑی کی یہ دلیری دیکھکر تعجب کرنے لگا، اور خیال کیا کہ یہ بہادری یہاں کی آب و ہوا کی تاثیر سے ہے، عزم بالجزم کیا کہ دارالسلطنت اسی کو قرار دیا جائے آب و ہوا کی خوبی زمین کی عمدگی اور وسط دکن میں ہونے کی وجہ سے امرا نے بھی اسی پر اتفاق کیا۔

احمد شاہ مشائخ اور سادات کا حد درجہ گرویدہ تھا جو کوئی اسکے حضور میں کہتا کہ میں سیدزادہ ہوں، تو نہ صرف اس کے قول کی تصدیق کرتا بلکہ تعظیم و تکریم میں سبقت کرتا اور شاہانہ نوازشات سے سرفراز کرتا اور اگر مصاحبین میں سے کوئی شخص کہتا کہ یہ شخص سید نہیں ہے صرف حضور کے دکھلانے کو سید بنا ہے تو اس بات کو پسند نہ کرتا بلکہ جواب میں کہتا کہ میں مدعی سیادت کی اسی لیے تعظیم کرتا ہوں کہ مدعی نے اپنے حصولِ مقصد کے لیے ضرورتاً حضرات سادات کی طرف منسوب کیا ہے گویا اسی انتساب کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنایا ہے اور اپنے گمان میں اس طرح حضرات سادات کو میرے پاس سفارشی لایا ہے فرمائے کہ کیا میں حضرات سادات کی سفارش کو رد کردوں؟ میں ایسا ہرگز نہیں کرونگا اور مدعی سیادت کے مقصد کو پورا کرونگا۔

اس کے بعد ایک قلعہ کی تعمیر ہوئی جسکے اندر شاہی محلات کا سلسلہ قائم تھا اور تخت محل اپنی نشستگاہ اور دربار کے لئے بنوایا جسکی تعریف میں اس کے دور کے ملک الشعراء شیخ آذری اسفرائنی نے یہ رباعی لکھی ہے

حبذا قصر مشید کہ زفرط عظمت
آسماں سدہ از پایہ این درگاہ است

آسمان ہم نتواں گفت کہ ترک ادب است
قصر سلطان جہاں احمد بہمن شاہ است

بیدر میں بہمنی سلاطین کے گنبدوں کا سلسلہ قائم ہے لیکن احمد شاہ کا گنبد سب سے زیادہ عالیشان ہے اندرون طلائی نقش و نگار ہے جس میں جا بجا سنہری حرفوں میں قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

وفات یکم شعبان ۸۳۸ھ جائے دفن احمد آباد بیدر۔

## نواب میر قمر الدین خاں سر سلسلہ خاندان آصفیہ

آپ پر حضرت عالمگیر اورنگ زیب شہنشاہ ہند کی بڑی مہربانیاں تھیں شہنشاہ عالمگیر نے آپ کی تربیت و تعلیم شاہزادوں کے مانند فرمائی تھی چھ برس کے سن میں منصب چار صدی اور پچاس سوار سے ممتاز فرمایا۔

اکثر شہنشاہ اورنگ زیب آپ کے والد فیروز جنگ بہادر سے فرماتے تھے میر قمر الدین خاں کی پیشانی پر ستارہ نیک بختی چمکتا ہے آپ ایام طفولیت میں بھی لہو و لعب میں مصروف نہ ہوتے تھے چنانچہ اکثر آپ خود فرماتے تھے کہ میں نے کھیل کی جانب کبھی رغبت نہ کی آپکی طبیعت

ہمیشہ تحصیل علوم کی جانب راغب رہی۔ آپ علم معقول و منقول اور تصوف میں بہرہ کامل رکھتے تھے یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جب کبھی والد بزرگوار کسی مہم کے متعلق جلسہ شوریٰ فرماتے تو آپ اسکی سماعت میں آدھی آدھی رات گزار دیتے۔ اگر کبھی مشورہ طول کھینچتا اور رات زیادہ ہو جاتی تو آپ کے والد ماجد آرام کرنے کے لیے تاکید فرماتے تو بمجبوری بلحاظ تعمیل وہاں سے اٹھ جاتے مگر کسی گوشہ میں پوشیدہ رہکر تمام مشورہ سنتے اور اپنے ذہن نشین فرماتے آپ زمانہ بلوغ سے پابند شرع رہے کبھی نماز و روزہ آپ کا قضا نہ ہوا آپ کے نصائح جہاں بلکداری کے حاوی ہیں وہاں خدا ترسی جو مذہب کی جان ہے اس سے بھی لبریز ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اپنی زندگانی اور انتظام سلطنت کا مدار سفر پر موقوف سمجھنا چاہیئے اور ہرگز نئی منزل نیا دانہ پانی اور خیمہ کے سایہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "سیروا فی الارض" پس انتظام ریاست سفر پر موقوف ہے۔

سنہ ۱۳۰۸ھ میں بعض بدباطن خواجہ سراؤں کی غمازی کے باعث آپ اپنے والد بزرگوار سے رنجیدہ ہوکر بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے گو بادشاہ اس حرکت سے مسرور ہوئے لیکن فیروز جنگ بہادر کی پاس خاطر سے ایک مہینے تک سلام کا حکم نہ دیا۔ اس کے بعد اسد خاں کی سفارش پر روبرو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ جلد باپ سے ملاقات

کر کے حاضر ہو جاؤ اور ایک فرمان دستخط خاص سے فیروز جنگ بہادر کو
یہ لکھا کہ فدوی زادہ اخلاص پرور حسین قلیج خاں بہادر میگوید فان
لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ چنانچہ آپ بادشاہ کے
حکم پر والد بزرگوار کی خدمت میں گئے اور چند ماہ کے بعد حاضر حضور ہوئے۔
آپ کی وفات ۱۴ جمادی الآخر ۱۱۶۱ھ روز یکشنبہ بوقت عصر ہے۔
مزار خلد آباد میں حضرت [illegible] شاہ برہان الدین غریب قدس سرہ العزیز
کے پائین ہے۔

## نواب میر تہ[illegible]ادر افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ خامس

آپ نے قرآن [illegible] ۲۳ رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ روز شنبہ
کو تخت شاہی پر جلوس فرمایا۔ اور بمجرد تخت نشینی کے تین سو حافظ
قرآن شریف مقرر فرمائے بعد نماز صبح خود بدولت بھی شریک ختم شریف
ہوتے تھے اور تعظیم کے لیے قرآن کی عظمت کے لحاظ سے کسی کو اٹھنے کا حکم نہ تھا
آپ خدا پرست اور پکے موحد تھے خدا ترس درویش دوست تھے
علماء فضلاء حفاظ کی [illegible] تے تھے وفات ۱۲۸۵ھ کو ہوئی
اور مکہ مسجد میں دفن [illegible] گئے۔

## نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس

آپ کا جشن تسمیہ خوانی ۱۱ شعبان ۱۲۸۷ھ روز شنبہ کو نہایت طمطراق

سے ترتیب دیا گیا اور آپ نے ۲۲ رمضان المبارک کو قرآن شریف ختم فرمایا
اس تقریب میں مولوی مسیح الزماں خاں صاحب کو جواہرات اور جوڑے سے
سرفراز کیا گیا اور ہم مکتبوں کو بھی جوڑے دیئے گئے۔

آپ کی تعلیم کے لئے ذی علم علماء و فضلاء میں دو حافظِ قرآن بھی تھے۔

آپ کے عہد سلطنت میں مقدمہ مسٹر جیکب مشہور ہے جس میں ایک بیش بہا الماس کے متعلق آپ نے حسب شریعت غرّا اپنا اظہار بذریعہ کمیشن قلمبند فرمایا جسکو رعایا کے بیشتر حصہ نے غلط فہمی سے ناپسند کیا۔ لیکن آپنے ایک فرمان کے ذریعہ اس کا ازالہ فرمایا۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس خیالی و فرضی کسر شان سے محفوظ رہنے کے لیے نقصان گوارا کرنا آسان تھا لیکن تھوڑے غور سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس قسم کی کارروائی کا نتیجہ اول تو یہ ہوتا کہ دوسرے لوگوں کو بھی مسٹر جیکب کے قدم بقدم چلنے کی ترغیب و تحریص ہوتی اور دوم یہ کہ میری رعایا اپنے فرماں روا کی اصلی عزت و شان کے متعلق کبھی اس غلط فہمی سے نہ نکل سکتی جو عقائد و سنتِ اسلام کے خلاف ان کے اذہان میں مرتکز ہو گئی تھی۔

خداوند تعالیٰ اجل شانہ خود ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا۔ یعنے شاہدوں کو جب ان سے شہادت چاہی جائے ادائے شہادت سے پہلوتہی کرنا نہیں چاہئے خواہ مغرور سے مغرور اور جبار سے جبار مسلمان حاکم کی گردن بھی اس [illegible] جانی چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود اپنے زمانۂ خلافت میں [illegible] فریق مقدمہ کی حیثیت سے عدالت کے سامنے

حاضر ہوئے اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام نے اسی مقدمہ میں عدالت میں حاضر ہو کر شہادت ادا کی۔ مجھ کو خداوند تعالےٰ جل شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے سوا کروڑ رعایا کی فرمانروائی کا مرتبہ بخشا ہے میں ہرگز اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنے درجہ کو اہلِ بیتِ نبوت کے درجے سے فائق کرنا چاہوں جنکی غلامی بھی میرے لیے موجبِ عزت و افتخار ہے۔"

## نواب میر عثمان علیخاں آصفجاہ سابع

ان کی پیدائش سلخ جمادی الآخر ۱۳۰۳ھ روز شنبہ ۹ بجے شب حویلی قدیم میں ہوئی اور رسم بسم اللہ خوانی ۳ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ کو مولوی نور الحسین صاحب نے کرائی۔

اللہ بزرگ و برتر نے اس بادشاہ میں بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائیں سلطنت کا کام بھی دورِ عثمانی میں خوب انجام پایا اور زمانہ حال کے مطابق ترقی پذیر رہا جسکے الگ الگ بیان کی ہمیں ضرورت نہیں لیکن خصوصیت سے چار باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

ایک تو یہ کہ باوجود بیسویں صدی عیسوی کی ساری خرابیوں کے جو دلوں میں، دماغوں پر، جسم پر، رسم و رواج میں غرض گھر اور باہر ہر طرف چھائی ہوئی ہیں جس سے اکثر مذہب کا دم بھرنے والے بھی متاثر نظر آتے ہیں۔ میر عثمان علی خاں با اختیار اور صاحب مقدرت ہوتے ہوئے بھی بہت زیادہ بچے ہوئے ہیں اور یہ انکی بڑی کرامات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مذہبی خیال کے انسان ہیں اور اس کا اثران پر غالب ہے مذہبی مجالس میں جوشِ عقیدت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک طرف ان کی دوسری بزرگی ہے تو دوسروں کے لیے قابلِ تقلید تیسری یہ بات ہے کہ بادشاہ ہوکر فقیر دل ہیں سادگی زیور ہے اور معمولی سادہ لباس طرۂ امتیاز۔

چوتھی بات قرآن پر فریفتگی ہے۔ عموماً ہر مذہبی مجالس میں خصوصاً جو سلطنت کی طرف سے مقررہ ہیں اس میں قرآن خوانی ہوتی ہے اور یہ اہلِ دل بادشاہ عقید تمندانہ شریک ہوتا اور والہانہ انداز میں قرأت کو سنتا اور سر دھنتا ہے۔ باغ عامہ کی جامع مسجد میں جہاں ہر نماز جمعہ کے لیئے بلاناغہ معہ بچوں کے تشریف آوری ہوتی ہے بعد ادائیگی نماز قرآن مجید کے کچھ حصہ کی ضرور سماعت فرمائی جاتی ہے اس وقت کلام الملوک ملوک الکلام پر اس حکمراں کا ایک خاص انداز میں واہ واہ کرنا اور زانو پر ہاتھ دے دے مارنا ایک خاص اثر رکھتا ہے۔

یقیناً سلطنت آصفیہ میں جتنے حکمراں گزرے ہیں میر عثمان علی خاں کی اس میں ایک خاص نمایاں ہستی ہے۔ کاش زمانہ بھی اس والی کو حسب خواہ ملا ہوتا حکام بھی ایسے ہی ہوتے علماء اور دوسرے لوگ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے تو معلوم نہیں کیا سے کیا ہوتا۔

ہماری دلی تمنا اور قلبی آرزو ہے کہ خدائے بزرگ و برتر میر عثمان علیخاں کو پوری طور پر اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ تمت

# قرآنی کتب خانہ

الحمد للہ! عالمگیر تحریک قرآن مجید "بتدریج" طور پر ترقی پذیر ہے۔ اور رفتہ رفتہ دنیا

کام کی باتیں خود بخود منصہ شہود پر آتی جارہی ہیں اسی سلسلے کی ایک نورانی کڑی "قرآنی کتب خانہ"

کی تحریک بھی ہے تاکہ ہر مسلمان کے گھر میں ایسی کتابیں ضرور موجود رہیں جن کا مطالعہ قرآن مقدس

کے علم و عمل کا خیال دلاتا رہے۔ یہ بھی بدرجہ مجبوری ہے ورنہ "قرآن کی صحیح تلاوت"

خود قرآن کے سمجھنے اور قرآن پر عمل کرانے کے لئے سب سے بہتر اور آخری چیز ہے۔

**حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را**

مقصود بالذات تو ایک ہی کتاب ہے جس کی شان میں ذالک الکتب لاریب فیہ وارد ہے

تاہم مقصود بالعرض کے طور پر چھوٹی بڑی چالیس کتابوں سے ابتداء کردی گئی ہے۔ انشاء اللہ

آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہیگا اور نئی نئی کتابیں ہدیہ ناظرین کیجاتی رہیں گی "دلدادگان قرآنی"

اگر چاہیں تو مستقل طور پر اپنا نام معاونین کے رجسٹر میں درج کرادیں تاکہ "قرآنی جواہر پارے"

بروقت ان کے ہاتھوں میں پہونچ جایا کریں۔ آخر میں التجا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ہمارے

کاموں میں خلوص اور برکت عطا فرمائے آمین۔ فقط ابو محمد مصلح محرک عالمگیر تحریک قرآن مجید حیدرآباد دکن

## (قرآنی کتب خانہ)

| نمبر | نام کتاب | قیمت | نمبر | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | چمنستان قرآن | [illegible] | ۴ | اعجاز القرآن | ۲ |
| ۲ | فضائل قرآن | ۸ر | ۵ | بچوں کی تفسیر پارہ عم اردو مجلد | ۹ |
| ۳ | ارتقائے انسان اور قرآن | عہ | ۶ | قرآنی عبادتیں | ۲ |

| نمبر | نام کتاب | قیمت | نمبر | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۷ | ہندو اور عیسائی [illegible] | عه | ۲۶ | اکل حلال و صدق مقال اور قرآن | ۲/ |
| ۸ | مجموعہ مضامین قرآنی | عه | ۲۷ | قرآن اور فلسفۂ اجتماع | ۲/ |
| ۹ | مجموعہ مکتوبات قرآنی | عه | ۲۸ | قرآنی دنیا | ۲/ |
| ۱۰ | تلاوت قرآن | ۸/ | ۲۹ | اتحاد اسلامی | ۲/ |
| ۱۱ | قرآنی اسوۂ حسنہ | ۲/ | ۳۰ | دوزخ اور اہل دوزخ | ۱/ |
| ۱۲ | قرآنی تعلیم پر چند مشورے | ۸/ | ۳۱ | جنت اور اہل جنت کا بیان | ۱/ |
| ۱۳ | قرآنی علوم | ۴/ | ۳۲ | مقدس گزارش | ۱/ |
| ۱۴ | حکومت الٰہی | ۴/ | ۳۳ | ایک بے قرار التجا | ۱/ |
| ۱۵ | عبدیت الٰہی | ۴/ | ۳۴ | قرآن کی فضیلت | ۱/ |
| ۱۶ | محبت الٰہی | ۴/ | ۳۵ | اسلامی تبلیغ | ۱/ |
| ۱۷ | قرآن والا مہینہ اور قرآن والی رات | ۲/ | ۳۶ | اسلامی پالیٹکس | ۱/ |
| ۱۸ | قرآنی تحریک کی مختصر تاریخ | ۲/ | ۳۷ | صدائے حق | ۱/ |
| ۱۹ | تعوذ و تسمیہ کا فلسفہ | ۲/ | ۳۸ | قرآنی تنظیم | ۱/ |
| ۲۰ | اخلاق حسنہ اور قرآن | ۲/ | ۳۹ | قرآن غیر اقوام میں | ۲/ |
| ۲۱ | ایمان اور عمل صالح | ۲/ | ۴۰ | دعوتِ قرآن | ۲/ |
| ۲۲ | توحید و رسالت | ۲/ | ۴۱ | نیا میلاد نامہ | ۴/ |
| ۲۳ | امر بالمعروف و نہی عن المنکر | ۲/ | ۴۲ | بزرگان دین اور قرآن | عه |
| ۲۴ | افعال رذیلہ کی برائی اور قرآن | ۲/ | ۴۳ | اولیائے دکن اور قرآن مع سلاطین دکن اور قرآن | ۱۲ |
| ۲۵ | قرآن والبیان | عه | ۴۴ | مجموعی تفسیر ابتدائی پانچ پارے اردو مجلد | للعه |

مکمل سٹ کے خریداروں سے قیمت بجائے عہ کے عہ لیجائیگی

(جملہ کتب مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد سے بھی مل سکتے ہیں)